

عالی محکمہ تحقیق ختم نبوت کا ترجمان

ملتان

ماہنامہ

لوہ

جلد 39/6

شمارہ 10



نئی حکومت کی تشكیل، توقعات، خدشات

حادیانی نہیں میں ایسا ہیں

دعائے اسرار و آداب

سلطان انتیلک فرقی بارگاہ میں

عید الفطر اور اجتماعیت کبریٰ

آخری نبی، آخری امت، آخری کتاب

بيان

مجاہد ختم نبیوٰ حضرت مولانا تاج محمد و حضرت شمس علیہ

خواجہ نوچکان حضرت لانا خان محمد مظلوم

پیر طریقت حضرت مولانا شاہ نفیس الحسینی

سالانہ — ۱۰۰ روپے بیرون ملک — ۱۰۰ روپے پاکستان

دینی مجلس تحریک خواستگاری کارخان

سیستان

۱۰

شماره نمبر ۱۰ جلد نمبر ۷/۹ قیمت فی شارع ۱۰ روپے

نگران حزنة معتبر ز الرحمن نگران حضرة العبد و سیا اعلان مولانا مختار الحمدی صاحبزاده طارق محمود

سیب (ظاہر عثمان شام) بحث ایڈیٹر مینجر فاری محمد حفیظ اللہ سکولشن راما محمد طفضل جاوید

ساد

امیر شریعت تید عطا اللہ شاہ بخاری ○ مولانا صاحب زادہ عزیز احمد
علام احمد ریان حمادی ○ مولانا فاقضی لحسان احمد شجاع آبادی
مولانا بشیر احمد ○ حافظ محمد شاقب
مولانا محمد اکرم طوفانی ○ مولانا خاوند اخشن شجاع آبادی
مولانا محمد سعیل شجاع آبادی ○ حافظ محمد ریسٹ عثمانی
مولانا احمد ریش ○ مولانا صفتی حسین الدارجی
مولانا محمد نذر عثمانی ○ مولانا عاشُّر لام حسین
مولانا محمد حساق ساقی ○ مولانا عاشُّر لام مصطفیٰ
حضرت مولانا عبید الرحمن میاں ○ حضرت مولانا محمد شریعت چالندھری
مولانا فاضل الرحمن اختر ○ مولانا محمد طیب فاروقی
مولانا فاضلی حسان احمد مولانا محمد قاسم جلانی چوہمی محمد قابل
حضرت مولانا محمد ریسٹ لہ علیاً ○ حضرت مولانا محمد شریعت بہادری

را اعظم، دفتر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نشرتہ حضوری یا خود، ملٹان، پاکستان

فونٹ - ۲۰۱۸ء۔ فیکس - ۹۳۲۲

ناشر: صلحۃ الدین طارق محمود، مطبع تکانیون، بنی ہشیر نعمان

وَقَاتِلُوكَةَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُسْكَنَ لِلْمُنْكَرِ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

كلمة اليوم!

3	اواریہ	نئی حکومت کی تھیلی
6	اوارة	اتا ترک ازم کا جنازہ
8	اوارة	آہ! حضرت مولانا مفتی عبد القادرؒ

مقالات و مضامین

9	اوارة	خطاب حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ
23	قاضی محمد سلیمان منصور پوریؒ	دعائے اسرار و آداب
28	علامہ سید انظر شاہ	سلطان وقت ایک فقیر کی بارگاہ میں
36	قاری محمد طیب قاسمیؒ	عید الفطر اور اجتماعیت کبریٰ
42	مولانا اللہ وسایا	حضرت امام احمد بن حنبلؓ
45	مولانا اللہ وسایا	حضرت امام ابو داؤدؓ
47	مولانا اللہ وسایا	بھرے موتی
50	اوارة	صدقة فطر کا بیان

رد قادیانیت

53	مولانا شاعر اللہ امر تریؒ	قادیانی مشین میں الہام بانی
59	مولانا محمد ناظم	امت کے لئے ایک بہت بڑا فتنہ
62	حاجی اشتیاق احمد	پیٹھے میں چھر اگھو نہنے والا
63	اوارة	تبصرہ کتب

بسم الله الرحمن الرحيم!

كلمة اليوم!

نئی حکومت کی تشکیل!!!

ایک فوجی امر کے خلاف محترمہ قاطمہ جناح کے محافظ ہونے کے دعویدار میر ظفر اللہ خان جمالی ایک دوسرے فوجی امر کے زیر سایہ وزیر اعظم بننے میں کامیاب ہو گئے۔ یہک وقت کئی عمدوں کے حامل اور اختیارات کے بے تاج بادشاہ جنرال پرویز مشرف نے ان سے حلف لیا۔ ساتھ ہی مسلم لیگ (ق گروپ) کی کوکھ سے 25 رکنی صحت مند کاپینہ نے بھی جنم لیا ہے۔ 342 کے ایوان میں ایک ووٹ کی اکثریت کے باعث انہیں لیاگئے اقتدار کا گھونگٹ اٹھانے کا شرف حاصل ہوا۔ قومی اسمبلی میں چوبہ دری امیر حسین پیکر اور سردار محمد یعقوب ڈپٹی پیکر کے حسن انتخاب کے بعد حکمرانی کا تاج انہی کے سر کا حصہ تھا۔ ویسے تو شروع سے اقتدار کا ہما میر ظفر اللہ جمالی کے سر پر منڈلاتا دکھائی دے رہا تھا۔ سرکار کی محبوب نظر ناز نہیں جماعت مسلم لیگ (ق گروپ) کو حکومتی سرپرستی میں پرواں چڑھایا گیا۔ اس گروہ کو اقتدار سے ہم آغوش کرنے کے لئے منصوبہ بندی کی گئی۔ نہ جانے کتنے زر خیز دماغ خاکے ہنانے اور رنگ بھرنے میں مشغول رہے۔ حکومتی حساس ادارے اور ایجنسیاں خوش اسلوبی سے فرائض منصبی ادا کرنے میں متھک رہیں۔ سب سے فعال کردار احتساب بیورو نے ادا کیا۔ جو تو منتخب ارکین کے پاؤں میں پڑی زنجیر ہا کر جھنکار سے خطرہ کا احساس دلاتا رہا۔ جاوید ہاشمی نے قومی اسمبلی کے حالیہ اجلاس میں کہا ہے کہ قومی اسمبلی کے 29 ارکین کو نیب کی تکوار دکھا کر (ق گروپ) کی صفوں میں بیٹھنے پر مجبور کیا گیا۔ واقفان حال کا کہنا ہے کہ مشرف سرکار کی نظر کا محبوب ہونے سے پہلے منتخب وزیر اعظم بھی نیب کو مطلوب تھے۔ موصوف یقیناً اللہ تعالیٰ کا دو ہر اشکرا اکریں گے کہ وہ نہ تو معتوب ہوئے اور نہ ہی مغضوب یہ ہے پاکستانی سیاست کی کرشمہ سازی!

ایک بھاری بھر کم ووٹ کس کا تھا؟۔ جس نے جمال کو اقبال خشائی نئے منتخب وزیر اعظم ظفر اللہ خان جمالی کی کامیابی درجن بھر چھوٹے گروپوں یک دانہ جماعتی رہنماؤں اور آزاد چنچیوں کی مر ہوں منت ہے۔ لیکن انہیں گوہر مراد دلوانے میں اصلی کردار پیپلز پارٹی پارلیمینٹریوں کے ان دس ”روشن ضمیر“ جیالوں کا ہے جن کے ضمیر اور خمیر دونوں نے جمالی صاحب کی کامیابی و کامرانی کو ممکن بنا یا فار و ڈبل اک کے خلاف

کوئی سی تاد بھی کارروائی کا نہ ہوتا۔ تنظیمی نقش کی خلاف ورزی پر جماعتی غیرت کا عدم اظہار اس امر کی غمازی کرتا ہے کہ ٹیگم بے نظیر بھٹو نے امریکی خوشنودی کے لئے متحده مجلس عمل کا راستہ روکنے کے لئے جزل پرویز مشرف اور مسلم لیگ (ق گروپ) کی عملی مدد کی ہے۔ مولانا فضل الرحمن وزیر اعظم کا انتخاب بے نظیر بھٹو کے منافقانہ کردار اور عین وقت پر دھوکہ دہی کے باعث ہارے۔ ورنہ 8 نومبر سے قبل میر ظفر اللہ خان جمالی سے زیادہ انہیں اکثریت حاصل تھی۔ متحده مجلس عمل اور ایم آرڈی کی طرف سے مشترکہ وزیر اعظم کے طور پر مولانا فضل الرحمن کی کامیابی کے امکانات نمایاں تھے۔ اور وہ حکومت بنانے کی پوزیشن میں تھے۔ اب تو سیاسی حلقوں میں یہ بات زبانِ زدِ عام ہے کہ پہنچ پارٹی کا فار و ڈبل اک بے نظیر بھٹو کے اشارہ پر ہی بنا یا گیا۔ اس بلاک کے قیام کے پس پر وہ اغراض و مقاصد جلد منظر عام پر آجائیں گے۔ دس میں سے چھ وزار تیں کس خدمت کا صل اور کس کار کردگی کا انعام ہیں۔ اگر چند روز تک آصف علی زرداری کو بغرض علاج بیرون ملک چلے جانے کی اجازت دی جاتی ہے تو یہ اس بات کا ثبوت ہو گا کہ بے نظیر بھٹو نے ایک بڑی طاقت کے ذریعہ اس سودے میں دوہر انفع کمیا ہے۔

میر ظفر اللہ خان جمالی نے قائدِ ایوان منتخب ہونے کے بعد قومی اسمبلی میں خطاب کے دوران کہا کہ وہ سب کو ساتھ لے کر چلیں گے۔ کسی کے خلاف انتقامی کارروائی نہ ہو گی۔ اور نہ ہی کسی کے خلاف ناجائز مقدمات بنیں گے۔ یہ جانتے ہوئے کہ کرسی نے کسی کے ساتھ دفانیں کی۔ اللہ تعالیٰ انہیں جو وقت دے گا وہ عاجزی اور عزت کے ساتھ گزاریں گے۔ وزیر اعظم کا حلف اٹھانے کے بعد انسوں نے کہا کہ وہ مشرف حکومت کی پالیسیوں کو جاری رکھیں گے۔ ان کا یہ اعلان اس بات کی چغلی کھاتا ہے کہ انہیں آزاد و خود مختار وزیر اعظم کی حیثیت حاصل نہ ہو گی۔ عمران خان نے تو ان کی حکومت کو جزل مشرف کی برداشت پر حکومت قرار دیا ہے۔ نئے منتخب وزیر اعظم کو ایوان کی مکمل تائید و حمایت حاصل ہے۔ وہ اس لحاظ سے خوش نہیں کہ اپوزیشن نے بھی انہیں نہ صرف اپنی حمایت کا یقین دلایا ہے بلکہ ان کی حکومت کے استحکام کا وعدہ بھی کیا ہے۔ موجودہ جمیوری پر اس کے نتیجہ میں جنم لینے والی حکومت کو پاکستان کے عوام کے جذبات، احساسات کو مد نظر رکھ کر قومی و ملی تقاضوں سے ہم آہنگ خارجہ، داخلہ، اقتصادی پالیسیاں وضع کرنا ہوں گی۔ جمالی صاحب اور ان کے رفقاء کو معلوم ہونا چاہئے کہ عوام جزل پرویز مشرف کی حکومت کی پالیسیوں کو مسترد کر چکے ہیں۔ صوبہ سرحد اور بالخصوص بلوچستان جو کہ نو منتخب وزیر اعظم کا صوبہ ہے دونوں صوبوں نے حکومت کے خلاف عدم اعتماد کا اظہار کیا ہے۔ جمالی صاحب کڑی آزمائش میں پیں۔ موصوف فوجی حکمرانوں کی نظر کرم سے وزارت عظمی کے منصب

تک پہنچے ہیں۔ ان کے اقتدار کا آشیانہ و شاخ نازک پہنچا ہے۔ ان کی حکومت فوجی بندوق کی ٹکین نوک پر استوار ہے۔ انہیں یقیناً آگاہ کر دیا گیا ہو گا کہ حکومت جلال سے کریں جلال سے نہیں۔ ورنہ جو نیجوں کا سانجام بھی ہو سکتا ہے۔ جلال باوشاہی کا حق صرف اسے ہے جس کے پاس شیر و انی، وردی، جناح کیپ اور فوجی کیپ کے ہمراہ ایک عدد چھڑی بھی ہے۔ اصل اختیارات جزل مشرف کے پاس ہی ہیں۔ اس لحاظ سے موجودہ انتخابات اور من مرضی کی حکومت کا قیام جزل مشرف کی کامیابی ہے۔ وہ بلاشبہ اپنی منصوبہ بندی اور حکمت عملی میں کامیاب رہے ہیں۔ اس کا ایک مطلب یہ بھی لیا جاسکتا ہے کہ جزل پرویز مشرف ملک کے آئندہ سیٹ اپ پر امریکی بالادستی قائم رکھنا چاہتے ہیں۔ ورنہ اقتدار انتقال کے ساتھ ہی ان کا کردار ختم ہو جانا چاہئے تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ولڈ بیک کے عطا کردہ میریان وزیریوں کو نئی کائینہ کی تشکیل کے بعد بھی قرب شاہی سے محروم نہیں کیا گیا۔ مشیروں کی کلیدی حیثیت میں ان کا تسلط برقرار رکھا گیا ہے۔ اس سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ ملک کی اقتصادی، معاشری، سیاسی، باغ دوزان آہنی ہاتھوں سے باہر نہیں۔

اس وقت وطن عزیز کا سب سے اہم مسئلہ اس کی آزادی و خود مختاری، سلامتی و بقاء کا ہے۔ ہر محبت وطن شری محسوس کرتا ہے کہ ہماری قسم کے فیصلے اندر نہیں باہر ہوتے ہیں۔ یہ ورنہ مداخلت کے باعث ہماری آزادی و خود مختاری کس قدر متاثر ہے۔ پاک سر زمین پر امریکی اٹوں کا قیام اور پاک فضاوں ہواں پر امریکی تسلط کے باعث پوری قوم مفطر ہے۔ ایف الی کی دیدہ دلیری اور دریدہ داہنی پر قوم خون کے آنسوں روئے پر مجبور ہے۔ مذکورہ امریکی حکام اور الہکار جمال چاہتے ہیں مسجدوں مدارس گھروں اور اسلامی سنشوں پر کارروائی کر کے مطلوبہ یا ممکون افراد کو اچک کر لے جاتے ہیں۔ حکومتی ادارے بے بسی سے خاموش تماشائی کا ساکردار ادا کر رہے ہیں۔ اسلامی جمہوری پاکستان کے نئے پر عزم وزیر اعظم کے لئے یہ پہلا چیلنج ہے کہ وہ پاکستان کی آزادی، خود مختاری اور سلامتی کے تسلیں کو برقرار رکھنے کے لئے کیا حکمت عملی اور پالیسی اختیار کرتے ہیں۔

نئے منتخب وزیر اعظم اور ان کی حکومت کے لئے دوسرا اہم مسئلہ 1973ء کے آئین کی حالتی اور پارلیمنٹ کی بالادستی کو قائم رکھنا ہے۔ آئینی ترمیم کی پیوند کاریوں نے آئین کا حقیقی چہرہ مسح کر کے رکھ دیا ہے۔ ماضی بعید میں کی گئی بعض تاریخی آئینی ترمیم کو منسوخ کرنے کی سازش بھی کی گئی۔ سابقہ امریکن سفیر کا یہ آن ریکارڈ ہے کہ قادیانیوں سے متعلق آئینی ترمیم اور توہین رسالت کے قانون کا خاتمه ان کی اولین ترجیحات میں شامل ہے۔ محترم جمالي صاحب کو قوم کے دینی جذبات کے پیش نظر ان حساس معاملات پر اپنا پالیسی بیان جاری

کر دینا چاہیے۔ تاکہ دینی طبقہ مطمئن ہو سکے۔ نئے حکومت دینی مذہبی معاملات میں مداخلت نہیں کرے گی۔ نو منتخب وزیر اعظم یہ فرمان جاری کر کے ثواب دارین حاصل کریں کہ قادیانیوں کی آئینی حیثیت برقرار رہے گی۔ اور یہ کہ امتناع قادیانیت آرڈی نینس بجریہ 1984ء پر سختی سے عمل درآمد کر لیا جائے گا۔ ہم توقع رکھتے ہیں کہ نئی حکومت منگانی بے روزگاری کے خاتمه امن و امان کے قیام شریوں کے مال و جان، عزت و ابرو کے تحفظ کے علاوہ ان کے بنیادی حقوق کی حوالی کے لئے اپنی تمام ترتیباتیاں صرف کرے گی۔ اللہ تعالیٰ نو منتخب وزیر اعظم کو جرات مندانہ اقدامات کرنے اور اپنے فرائض سے عمدہ بر اہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

امام ترک ازم کا جنازہ

ترکی کے عام انتخابات میں اسلام پسند جسٹس اینڈ ڈولپمنٹ پارٹی کی شاندار کامیابی پر پورے عالم اسلام میں سرعت اور شادمانی کا اظہار کیا گیا ہے۔ خاص طور پر پاکستان میں ہونے والے انتخابات میں دینی جماعتوں کی کامیابی کے بعد ترکی میں اسلام دوست جماعت کی کامیابی پر غیر معمولی خوشی کا اظہار کیا گیا۔ جسٹس پارٹی نے 550 میں سے 362 نشیں جیت کر سہ جماعتی حکمران اتحاد کو شکست دی ہے۔ اس کامیابی پر جتنا اللہ کا شکر ادا کیا جائے کم ہے۔ یہ کامیابی ترک مسلمانوں کو اس وقت ملی ہے جب امریکی صدر نے مسلمانوں کے خلاف صلیبی جنگ (کرویہ) کا آغاز کر رکھا ہے۔ پوری دنیا میں سر اٹھا کر چلنے والے مسلمانوں کو ختم کیا جا رہا ہے۔ افغانستان میں امریکی جاریت اور مفاظم کو کبھی فراموش نہیں کیا جائے گا۔ افغانستان میں خلفائے راشدین کی طرز پر قائم کردہ حکومت کو محض اس لئے ختم کیا گیا کہ اس ماؤں اسلامی شیعیت کے اثرات کے پھیلنے اور قبول کرنے کا خطرہ موجود تھا۔ افغانستان پر امریکی جاریت اور یلغار کا نتیجہ یہ نکلا کہ پاکستان کے انتخابی عمل میں دو صوبوں نے اسلام پسند جماعتوں کو شاندار کامیابی سے ہمکندا کیا۔ اب کچھ مدت سے امریکہ عراق کے خلاف اپنی قوت مجتمع کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ نیوکارکن ہونے کی حیثیت سے ترک فوج کو ہر طرح کی سوتیں فراہم کر سکتی ہے۔ جس طرح افغانستان پر امریکی ظلم و ستم کے اثرات پاکستان کی انتخابی سیاست پر مرتب ہوئے ہیں۔ بالکل اسی طرح عراق کے خلاف امریکہ کے ناپاک عزادم کے اثرات ترکی سیاست پر اثر انداز ہوئے ہیں۔ اس لحاظ سے ہمیں امریکی صدر بخش کا شکر گزار ہونا چاہئے کہ ان کے انتہائی اقدامات کے باعث عالم اسلام میں ہیداری کی لہر پیدا ہوئی ہے اور اسلام کے نام لیوامیداں عمل میں سرخو ہو رہے ہیں۔

ترکی چونکہ یورپ کے دروازے پر واقع ہے۔ یہاں پر مشتمل اسلامی تہذیب اور احیائے اسلام کی

تحریک سے یورپ یقیناً متاثر ہو سکتا ہے۔ چنانچہ فوج کے ذریعہ ترکی کو سیکولر شیٹ بر قرار رکھنے کا عمل گزشتہ کئی عشروں سے دوہرایا جا رہا ہے۔ جدید ترکی کی 79 سالہ تاریخ میں یہ پہلا موقع ہے کہ ترک عوام نے اسلام پسند بجماعت کے لئے دیدہ و دل فرش را رکھنے اور ان پر اعتماد کا اظہار کیا ہے۔ اس سے محسوس ہوتا ہے کہ سرکاری سرپرستی میں ترکی میں پھیلائی جانے والی فناشی و عربی اور لادینیت کی راکھ میں دین و ایمان کی چنگاری موجود ہے۔ ترکی میں حالیہ انتخابات میں واضح کامیابی کے بعد وہاں اسلامی انقلاب کی چاپ کی آواز صاف سنائی دے رہی ہے۔ ترک کی انتخابی سیاست کے نتائج پاکستان میں اقتدار پر قابض فوجی حکمران کے لئے لمحہ فکریہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ جو اتنا ترک ازم کو پسند کرنے کے علاوہ پاکستان میں بھی ترکی کی طرز پر فوج کے سیاسی کردار کو اپنانے کے دعویدار ہیں۔ حالیہ انتخابات میں ترک عوام نے کمال اتنا ترک ازم کا جنازہ نکال کر اسلام کی نشانہ تانیہ کے لئے جس عزم کا اظہار کیا ہے۔ اس سے صاف دکھائی دیتا ہے کہ ہر وہ اسلامی ملک جسے سیکولر بنانے میں باطل نے سارے وسائل صرف کر دیئے ہیں بالآخر اسلامی فکر و نظر کو فتح مندی حاصل ہو گی۔

اسمل کا نسی کی شہادت

گزشتہ دنوں امریکہ کی ریاست ورجینیا میں اسمل کا نسی کو زہر کا میکہ لگا کر سزاۓ موت دی گئی۔ ان پر الزام تھا کہ انہوں نے دن دہائے سی آئی اے کے ہیڈ کوارٹر کے سامنے دو اہلکاروں کو ہلاک اور تین کو زخمی کیا تھا۔ انہوں نے قتل کا یہ اقدام ضیر کی آواز اور فلسطین میں پہنچنے والے خون کی پکار پر کیا۔ اسمل کا نسی کوئی مذہبی انتہا پسند نہ تھا بلکہ ایک عام سا مسلمان تھا۔ تاہم ایمان کی چنگاری سلگی اور کام دکھا گئی۔ بلوچستان کے مرکزی شرکوئیں میں پیدا ہو کر جوان ہونے والے اسمل کا نسی نے موت کو زندہ دلی سے قبول کیا۔ اس کی موت کا منظر دیکھنے کے لئے دس افراد کو خصوصی اجازت دی گئی۔ چار افراد کا تعلق میڈیا سے تھا اور چھ سرکاری گواہ تھے۔ یہ بھی غیر مسلم تھے۔ واشنگٹن پوسٹ کے نمائندے گائی ٹیلر کا کہنا تھا کہ میں نے اس کے چہرے پر پریشانی یا اضطراب کا شائہہ تک نہیں دیکھا۔ ایک دوسرے موقعہ کے گواہی وی چیل نمبر 4 کا کہنا تھا کہ اس کے چہرے پر گھراہٹ کی معمولی جھلک بھی نہ تھی۔ وہ باوقار انداز میں چل کر موت خانہ میں داخل ہوا۔ آخری وقت کلمہ شہادت اس کے لبؤں کی زینت تھا۔ موقعہ پر موجود غیر مسلم افراد کا کہنا ہے کہ مرنے کے بعد بھی اس کے لبؤں کی جنبش جاری رہی۔ اسمل کا نسی کی شہادت جذبوں کی فتح ہے۔ اس کی موت سے حریت پسندوں کی حوصلہ شکنی نہ ہو گی۔ بلکہ اس کی شہادت حوصلہ مندی کا باعث نہ گی۔

آہ! حضرت مولانا مفتی عبد القادر صاحبؒ

دارالعلوم کبیر والا کے مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی عبد القادر صاحب 12 رمضان المبارک 1423 ہجری بروز پیر غروب آفتاب کے قریب عالم فانی سے عالم مقاء کو سدھار گئے۔ انا نہ دان الیہ راجعون!

مولانا مفتی عبد القادر دارالعلوم کبیر والا کے شیخ الحدیث مفتی اعظم اور ہر دلعزیز استاد تھے۔ حق تعالیٰ نے علماء اور طلباء میں آپ کو محبوب بنایا تھا۔ آپ کی شفقوتوں و محبتوں اور علمی تحقیق عمل صالح اور اصلاح خلق کے مد توان تذکرے رہیں گے۔ آپ نے تمام تعلیم دارالعلوم کبیر والا میں حاصل کی۔ تھجیل کے لئے دارالعلوم کراچی تشریف لے گئے۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع "مفتی اعظم پاکستان" کی صحبت و تربیت نے آپ کی صلاحیتوں کو نکھار دیا۔ پانچ سال دارالعلوم کراچی میں پڑھاتے رہے۔ پھر دارالعلوم کبیر والا میں اپنے اساتذہ کے حکم پر واپس آگئے۔ اور دارالعلوم کبیر والا میں کم و پیش تمیں سال مندرجہ میں کورونق خوشی۔ ہزاروں آپ کے شاگرد ہوں گے۔ اس وقت افقاء میں آپ کا ایک خاص مقام تھا۔ اسی طرح تصوف میں بھی آپ درجہ کمال پر فائز تھے۔ ہزاروں ہند گان خدا کی آپ نے روحانی اصلاح فرمائی۔

ضجاب و سندھ میں آپ کے متعلقین و متولین کا بہت بڑا حلقة تھا۔ علمائے کرام میں آپ خصوصیت سے قدر و منزلت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔ آپ کی زندگی ایک مثالی زندگی تھی۔ آپ مثالی استاد تھے۔ گزشتہ دنوں ہمارے ہاؤ۔ لاہور لے گئے۔ ڈاکٹروں نے بہت سر توڑ کو شش کی۔ لیکن آپ کا وقت موعود آن پہنچا۔ لاہور سے کبیر والا آگئے۔ اور یہاں ہی 12 رمضان المبارک کی شام کو اپنی جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔ دوسرے دن جنازہ ہوا۔ جامعہ خیر المدارس کے مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد عبد التبار صاحب نے جنازہ پڑھایا۔ کبیر والا کی تاریخ کا ایک مثالی جنازہ تھا۔ مدرسہ کے قریب ہی میں آپ کی مدفن عمل میں لاپی گئی۔ حق تعالیٰ آپ کی قبر مبارک کو بقعہ نور بنا کیں۔ آمین!

عالیٰ مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ شیخ المشائخ خواجہ خواجہ گان حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم، نائب امیر شیخ طریقت حضرت سید نقیس الحسینی شاہ صاحب مدظلہ، مرکزی ناظم اعلیٰ حضرت مولانا عزیز الرحمن جالندھری مدظلہ نے اپنے تعزیتی بیان میں مرحوم کی وفات پر گرے دلی افسوس کا اظہار کیا۔ اور پسمند گان اور دارالعلوم کبیر والا کے انتظامیہ سے اظہار تعزیت کیا۔



تقریب حکم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب

مشتمل دارالعلوم دیوبند

حضرت مرحوم دارالعلوم دیوبند کے جشن صد سالہ کی
تیاری و دعوت کے لئے تشریف لائے۔ کراچی میں آپ کا خطاب
ہوا۔ جو قارئین لولاک کے لئے پیش خدمت ہے۔
اوارہ

بسم الله الرحمن الرحيم . نحمد الله و نصلى على رسوله الكريم . ان الدين
عند الله السلام . پارہ ۳ رکوع ۹ آیت ۱۹ . خطبه مسنونہ کے بعد فرمایا
یہ اسلام کوئی نیادیں نہیں ہے۔ یہ اسلام اتر احضرت آدم علیہ السلام پر، حضرت نوح
علیہ السلام پر، حضرت ابراہیم علیہ السلام پر، تمام انبیاء علیہم السلام اجمعین پر یہی دین آیا۔ شریعت میں تغیر و
تبدل ہوتا رہا ہے۔ قوموں کے مزاج اور ان کی نفیات کے لحاظ سے۔ گویا شریعت تو ہے عملی پروگرام اور دین
اسلام وہ اصول ہے۔ اس اصول کے تحت جو پروگرام ہے۔ اس میں تبدلیاں ہوئیں۔ اور وہ ایسا فرق ہے کہ اگر
کوئی قوم سخت مزاج ہوتی تو احکام بھی شدید آئے اور اگر قوم زرم مزاج ہوئی تو احکام بھی زرم آئے۔ مثلاً یہود
چونکہ سخت مزاج قوم تھی۔ سرکش قسم کی تھی تو احکام بھی شدید آتے رہے۔

سخت مزاج قوم کے لئے احکامات

احادیث میں آیا ہے..... : ”رات کو اگر کوئی چھپ کر بھی گناہ کرتا تھا تو صبح اس کی چوکھت پر لکھا
ہوتا تھا۔ یا مثلاً نجاست لگ گئی بدن پر تو یہ کافی نہیں تھا کہ پانی سے دھولیتے۔ کھر چنا پڑتا تھا کھال کو کہ اس کا اثر
زاگل ہو۔ اتنی شدت تھی۔ یا مثلاً کسی نے کسی پر حملہ کیا تو انقام لینا موسوی شریعت میں واجب تھا۔ معاف کرنا
نہیں تھا۔ جس کی طرف قرآن مجید نے ارشاد فرمایا:

”وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفُسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالأنفُ بِالأنفِ وَالاذنُ

بِالاذنِ وَالسِّنِ وَالجَرْحُ قَصَاصٌ۔ پارہ ۶ رکوع ۱۰ آیت ۴۵“

”اور لکھ دیا ہم نے ان پر اس کتاب میں کہ جان کے بد لے جان اور آنکھ کے بد لے آنکھ اور ٹاک کے بد لے ٹاک اور کان کے بد لے کان اور دانت کے بد لے دانت اور زخموں کا بدلہ ان کے برادر۔“

یہ اس لئے تھا کہ قوم سخت مزاج تھی اور تکبر کا مادہ زیادہ تھا بغاوت کا مادہ تھا۔ ان کے نفوس کی اصلاح ہو نہیں سکتی تھی جب تک اتنے شدید احکامات نہ آتے۔

زرم مزاج قوم کے لئے احکامات

یہود کے مقابلے میں نصاریٰ بالکل زرم ہو گئے تھے۔ وہ رد عمل یہود کا تھا تو شریعت عیسیٰ میں زری ہو گئی۔ وہاں یہ تھا کہ اگر کوئی ظلم کرے تو انتقام لینا واجب تھا۔ اور یہاں ”عیسیٰ شریعت میں“ کوئی رائیں گال پر مارے تو کہو کہ باعیں پر بھی مارلو۔ معاف کرنا واجب اور انتقام لینا جائز نہیں تھا شریعت عیسیٰ کے اندر۔

شریعت مصطفوی ﷺ کا اعتدال

شریعت مصطفوی ﷺ نے اعتدال قائم کیا۔ مثلاً فرمایا: ”جزاء سیئة سیئة مثلها۔ پارہ ۲۵“

رکوع ۴ آیت ۴۰“

”اگر کوئی تمہارے ساتھ برائی کرے تو تمہیں ہر دل کا حق ہے کہ تم بھی اس کے ساتھ اتنی برائی کرو۔“ لیکن اگر معاف کرو گے تو اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت بڑا اجر ملے گا تو معافی کا حق بھی دے دیا اور انتقام کا بھی کیونکہ اسلام نہ ہب تھا ساری دنیا کی اقوام کے لئے، جس میں زرم مزاج قومیں بھی ہیں اور تند قومیں بھی۔ اگر (اسلام میں ہمیشہ) انتقام لینا واجب ہوتا تو جنوبی ہند میں بھاگل اور آسام والا اسلام قبول نہ کرتا کہ ہم تو رو دھو کر پیٹھ جائیں گے کہ بھئی کھاں کا انتقام۔ اور اگر معاف کرنا واجب ہوتا تو سرحدی پچھان ایک بھی اسلام قبول نہ کرتا کہ بھئی اس بزرگانہ نہ ہب میں کون آئے کہ پٹ لو! تو اسلام نے معافی اور انتقام دونوں کا حق دے کر اعتدال قائم کیا۔

شریعت مصطفوی ﷺ کی سولت

ای طرح اگر کپڑے پر نجاست لگ جائے۔ اولیٰ طریقہ یہ ہے کہ پانی سے دھولو۔ پاک ہو جائے گی۔

پانی نہ ملے مٹی سے صاف کرلو۔ پھر بھی پاکی حاصل ہو جائے گی۔ نہ کحال کا کھر چنا ضروری نہ کپڑے کا قطع کرنا ضروری کہ کاث کر پھینک دو۔

شریعت مصطفوی ﷺ نے اتنی رعایت دی کہ اگر نجاست کپڑے پر لگ گئی تو کپڑے کے اجزاء ہیں۔ مثلاً کلی ہے، آستین ہے، دامن ہے۔ اگر چوتھا حصہ سے کم پر نجاست ہے تو نماز پڑھ سکتے ہیں۔ بھر طیکہ پانی یا مٹی میسر نہ ہو۔ زیادہ حصہ پر نجاست لگ جائے تو پھر ضروری ہے کہ دھولو اور اگر پانی یا مٹی نہ ہو اور نجاست بھی زیادہ ہو تو پھر یہ ہے کہ اندر ہیرے میں جا کر کپڑا اتار کر نماز پڑھ لو۔ نماز نہیں چھوڑی جائے گی۔ یہ تمام چیزیں توسعہ ہی ہیں (و سمعت اور سولت کے لئے) پانی نہ ہو تو تمیم اس کا قائم مقام ہے۔ لیکن اگر پانی موجود ہے۔ لیکن قدرت نہیں آپ کو تو پھر تمیم واجب اور اگر پانی موجود تو ہے لیکن کافر کا بقہہ ہے مانگتے ہوئے غیرت آتی ہے تو شریعت مصطفوی ﷺ میں اجازت ہے کہ تم عاجز کے حکم میں ہوتے ہوئے تمیم کر کے نماز پڑھ لو۔ کوئی ضرورت نہیں کہ تم کافر کے سامنے گڑگڑاؤ۔ یہ سب توسعات ہیں۔

حضور ﷺ نے فرمایا:

”بَعْثَتْ فِي الْحَنِيفِيَّةِ السُّعْلَةُ السَّمْعَةُ الْبَيْضَاءُ لِيلَهَا وَنَهَارَهَا سَوَاءٌ۔“

میں بھجا گیا ہوں ایسی ملت دے کر جو سامعت والی ہے۔ آزاد طبیعت کو اس نے مانا ہے۔ آزاد عتیقه کو اس نے مانا ہے۔ رعایت کی ہے۔ سل ہے۔ زیادہ سخت نہیں ہے۔ بیضاء روشن ہے اور روشنی میں رات اور دن اس کے برادر ہیں روشنی والی ہے۔ سولت والی ہے۔ اس طرح سے اسلام کو آسان ہنا یا ہے۔

منزل مقصود کا آسان ذریعہ

تو منزل مقصود توایک ہی ہے یعنی اللہ سبحانہ و تعالیٰ تک پہنچنا لیکن پھر تو میں بڑے سخت مجاہدوں سے پہنچتی تھیں۔ یہ امت (یعنی محمد ﷺ) تھی ضعیف۔ یہ بشریت کے بڑھاپے کا زمانہ ہے۔ اس واسطے احکام ہلکے کر دیئے گئے اور حوصلہ افزائی کی گئی۔ جیسے ہمارے ہاں دستور ہے کہ کھانے وغیرہ پر بڑے میال کو بھادیا دیگ پر کہ ٹگرائی کرتے رہیں اور بڑے میال آرام سے بیٹھے رہیں بغیر کوئی کام کا ج کئے۔ لیکن شام کو سب کہتے ہیں کہ بڑے میال کی ہمت کا کیا ٹھکانہ ہے۔ دن بھر کام کیا اور کام کیا ہلکا سا اور تحسین و آفرین زیادہ کی۔

امت انسانی کا یام طفویت کا زمانہ تھا۔ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زمانہ ”جو انی کا زمانہ تھا، قوم عاد و ثمود کا اور سراحت کا زمانہ تھا۔ حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام کا اور اب بڑھاپے کا زمانہ ہے۔ امت

محمد یہ کا' یہ عالم کا باقی حصہ ہے۔ اسی لئے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”یعنی میں اور قیامت دونوں اس طرح ملے ہوئے ہیں کہ میں ذرا آگے ہوں اور قیامت پیچھے دوڑتی ہوئی آرہی ہے۔“

یعنی آخری دور میں میں آیا ہوں۔ اس کے بعد قیامت ہے۔ اسی امت پر ختم ہو جائے گی۔ دنیا میں کوئی نئی امت نہیں آئے گی۔ کوئی نئی نبوت نہیں آئے گی۔ کوئی نئی کتاب نہیں آئے گی۔ یہی کتاب آخر تک کے لئے کافی ہو گی، یہی نبوت کافی ہو گی۔

ختم نبوت مکمل ہے نہ کہ قطع نبوت

بہت سے لوگ یہاں سے یہ مغالطہ لیتے ہیں۔ خصوصاً قادریانی کہ نبوت تو ایک رحمت ہے تو حضور ﷺ ایسے تشریف لائے کہ رحمت کا دروازہ بند کر دیا اور نبوت کا سلسلہ ختم ہو گیا اور نبوت تو ایک روحاںیت کا نام ہے۔ اور آپ ﷺ کے آنے پر دروازہ بند نہ ہونا چاہئے بلکہ نبی آنے چاہیں۔ یہ مغالطہ ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ختم نبوت کے معنی قطع نبوت کے نہیں ہیں بلکہ مکمل نبوت کے ہیں کہ اتنی کامل نبوت بھی گئی کہ اب کسی جدید نبوت کی حاجت نہیں ہے اور یہ بالکل ایسا ہے کہ جیسے رات کو ستارے لٹکیں کروڑوں ستارے نکل آئیں۔ چاند نکل آیا مگر دن نہیں ہوا۔ سارے چاند ستارے روشنی پھیلارے ہیں۔ جگگارہ ہے ہیں مگر دن نہیں نکلا۔ آفتاب کی ذرا سی کرن چکی اور ستارے غائب اور اگر آفتاب کہے کہ: ”اذا خاتم النور“ کہ میں ہوں نور کو ختم کرنے والا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ میں ایسا کامل نور لایا ہوں کہ اب ستاروں کی نہیں چلے گی۔ میں ایسا کامل نور لایا ہوں کہ وہ باقی سب ستاروں کا نور میرے اندر مدد غم ہو جائے گا۔ تو حضور ﷺ نے جو یہ دعویٰ فرمایا کہ: ”اذا خاتم النبیین“ تو ختم نبوت کے معنی قطع نبوت کے نہیں ہیں بلکہ کمال نبوت کے ہیں کہ آفتاب نبوت اتنی تیز روشنی لے کر آیا کہ آپ کے آگے کسی ستارے کا نور کافی نہیں ہو گا بلکہ مدھم پڑ جائیں گے اور سب مدد غم ہو جائیں گے اس میں۔ توجہ آفتاب نکلتا ہے تو یہ نہیں کہ ستاروں کا نور ختم ہو جاتا ہے بلکہ مدھم پڑ جاتا ہے۔ آفتاب میں مدد غم ہو جاتا ہے۔

اسلام ہی کامل دین ہے

توجہ اسلام آیا (یعنی شریعت مصطفوی ﷺ کی مکمل ہوئی) تو جتنے مذاہب کے حق انوار تھے۔ وہ سب اسلام میں سمو گئے۔

اسلام ہی ساری اور کامل خوبیوں کا دین ہے

اسی لئے جامع ہے۔ مذاہب کا اسلام۔ اسی لئے قرآن مجید نے اپنی شان یہ نہیں بیان کی کہ میں پچھلے مذاہب کو رد کرنے کے لئے آیا ہوں۔ بلکہ فرمایا: ”ومهیمنا علیہ“ پارہ ۶، رکوع ۱۰ آیت ۷۴ ”میں ان کی حفاظت کے لئے آیا ہوں۔“

جتنا اس میں حق حصہ ہے وہ میں نے لے لیا جتنا قوموں نے خلط مسلط کر دیا وہ میں نے رد کر دیا وہ نکال دیا۔ جتنی خوبیاں تھیں وہ اسلام میں جمع ہو گئیں تو نبوت محمد رسول اللہ ﷺ جامع النبوت ہے۔ شریعت مصطفوی جامع الشرائع ہے اور اسلامی کتاب قرآن جامع الکتب ہے۔

اسی واسطے فرمایا گیا: ”وانہ لفی زبرا الاولین۔ پارہ ۱۹، رکوع ۱۴، آیت ۱۹۵“ ”یعنی پچھلی کتابوں میں بھی اسی قرآن کا نور کام کر رہا تھا۔“

(عنوان بدلا ہوا ہے) ایسے احکام تھے ہدایت کے ان میں بھی اور آگے تو قرآن ہی ہے۔ تو رسول اللہ ﷺ کی ایک ایسی ذات بادر کات بھیج دی گئی کہ الگوں کو بھی فیض پہنچا اور پچھلوں کو بھی، پچھلوں کی طرف نورانیت بڑھی تو انبیاء بنتے چلے گئے۔ الگوں کی طرف بڑھی تو انبیاء بنتے چلے گئے۔ ہے ایک ہی نور کا فیض۔

نور رسالت مآب ﷺ سے فیضان ہیں انبیاء و اولیاً

بعض اہل اللہ نے کچھ خواب یا نیم کشف میں دیکھا کہ دربار ہے نبی کریم ﷺ کا اور آپ کے دائیں طرف تمام انبیاء علیهم السلام جمع ہیں اور دائیں جانب اس امت کے تمام علماء جمع ہیں اور دربار بالکل مکمل ہے۔ سب مرافقہ میں گرد نہیں جھکائے بیٹھے ہیں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کھڑے ہوئے انبیاء کی جماعت سے عرض کیا رسول اللہ ﷺ کیا یہ آپ ہی کی حدیث ہے کہ :

”علماء امتی کانبیا بنی اسرائیل۔“ کہ میری امت کے علماء ایسے ہوں گے جیسے بنی اسرائیل کے پیغمبر ہوتے ہیں۔

تو موسیٰ علیہ السلام کو یہ خلبان تھا کہ کہاں نبی کہاں امتی۔ ”چہ نسبت خاک را بہ عالم پاک“ کہ امتی کو یہ کہنا کہ مشابہ ہے نبی کے۔ تو کچھ سمجھ میں نہیں آئی تو اس لئے عرض کیا کہ یار رسول اللہ ﷺ یہ آپ کی حدیث ہے کہ میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء جیسے ہوں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! میری حدیث ہے۔ حالانکہ محدثین نے اس کی روایت میں کلام کیا ہے۔ سند اس کی ضعیف

ہے۔ لیکن باوجود اس کے ضعیف ہونے کے علماء اس سے ابتدال کرتے ہیں اس لئے کہ اس مضمون کی دوسری روایات میں ”عنوان بدلا ہوا ہے“ جب ایک مضمون کی روایت مختلف عنوانوں اور کئی سندوں سے آئے تو وہ حکم میں حسن کے من جاتی ہے۔ قوت پکڑ لیتی ہے یہ مضمون چونکہ اور روایتوں میں بھی ہے اس واسطے اس کی سندا ضعف نجد ہو جاتا ہے دوسری سندوں سے۔

تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ ہاں! میری حدیث ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ حضور ﷺ اگر اجازت ہو تو کسی عالم کا امتحان لے لوں۔ فرمایا۔ ہاں جس کا جی چاہے۔ تو ان کی نگاہ امام غزالیٰ پر پڑی، علماء کی جماعت میں بڑے امام ہیں۔ بڑے عالم ہیں۔ آپ نے اشارہ کیا۔ امام غزالیٰ آگے بڑے ہے اور ہاتھ باندھ کر ہٹرے ہو گئے۔ ادب کے ساتھ۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ”ما اسمك،“ کیا نام ہے تمہارا۔ آپ نے فرمایا! میں ہوں محمد ان محمود! الغزالی، ان فلاں، ان فلاں، اور آدم علیہ السلام تک سار انسب نامہ بیان کر دیا۔

موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

جواب ہوتا چاہئے سوال کے مطابق۔ میں نے پوچھا تھا کہ تمہارا نام کیا ہے۔ تمہارا شجرہ نسب کب پوچھا تھا؟۔ جو عالم اتنا بھی نہ سمجھے کہ سوال کس چیز کا کیا جا رہا ہے اسے فہیم کیسی گے! یہ کیا اتنے فہم کی بات کی؟۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام خاموش ہو گئے۔ ایک صاحب گھری خاموش رہ کر (امام غزالیٰ نے) عرض کیا۔ اجازت ہے عرض کرنے کی؟۔ فرمایا۔ ہاں! کہو۔ امام غزالیٰ نے عرض کیا کہ آپ جب کوہ طور پر حاضر ہوئے۔ حق تعالیٰ نے فرمایا:

”وما تلك بييمينك ياموسني۔“ اے موسیٰ تمہارے ہاتھ میں کیا ہے۔

آپ نے جواب دیا: ”ہی عصای اتوکؤ علیها واہش بھا علی غنمی ولی فیها مارب اخري۔ پاره ۱۶، رکوع ۹ آیت ۱۷“

”یہ میری لاٹھی ہے۔ کبھی بھریاں چراتا ہوں کبھی نیک لگاتا ہوں اور اس میں اور بھی فائدے ہیں۔“

تو آپ سے لاٹھی کا پوچھا گیا تھا۔ لاٹھی کا نسب نام تو نہیں پوچھا گیا تھا کہ اس میں کیا فوائد ہیں اور کیا کام ہوتے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام مسکرائے۔ فرمایا! یا رسول اللہ آپ کا فرمانا بالکل صحیح ہے کہ: ”علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل۔“

یہاں یہ شبہ ہوتا ہے کہ امام غزالیؒ نے ایک درجہ میں الزام عائد کر دیا۔ موسیٰ علیہ السلام پر کہ اگر میرا جواب غلط ہے تو معاذ اللہ معاذ اللہ آپ کا بھی جواب غلط تھا۔ اور نبیؐ کے بارے میں یہ سمجھنا کہ ان کا جواب غلط تھا یہ تو کفر ہے۔ امام غزالیؒ نے یہ جرات کیسے کی کہ الزامی جواب دیا۔ لیکن غور کیا جائے تو یہ الزام نہیں بلکہ اتباع تھا۔ اس کا حاصل یہ تھا کہ جب آپؐ کوہ طور پر تھے اور حق تعالیٰ نے پوچھا کہ آپؐ کے ہاتھ میں کیا ہے تو محبوب حقیقی سامنے اور عاشق حقیقی سامنے۔ تو عاشق حقیقی یہ چاہتا ہے کہ جتنی دیر لگے جتنا ہم کلامی کا شرف حاصل ہو لوٹ لوں اسے۔ میری کہاں یہ قسمت کہ اللہ تعالیٰ کے اولوالعزم نبی سامنے ہوں۔ بندہ حاضر ہو۔ کلام ہو رہا ہو۔ جتنا طول دوں کلام کو تو یہ سعادت ہی سعادت ہے۔ اسی لئے موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ لا بخی ہے۔ کبھی بکریاں چراتا ہوں۔ کبھی فیک لگاتا ہوں اور بھی فائدے ہیں اس میں۔ اگر آپؐ کیسی توبیان کروں تاکہ کلام طویل ہو اور شرف محبت زیادہ ملے۔ تو امام غزالیؒ نے بھی یہی وظیرہ اختیار کیا کہ اولوالعزم پیغمبر سامنے ہیں۔ میں صرف ایک امتی ہوں۔ کہاں میں اور کہاں پیغمبر مجھ سے کلام کریں۔ موسیٰ علیہ السلام تو جتنا طول دے سکوں کلام کو تو شرف صحبت زیادہ میسر آئے۔ موسیٰ علیہ السلام سمجھ گئے۔ فرمایا رسول اللہ حدیث بالکل حق ہے آپ کی کہ :

”علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل۔“

آخری امت، آخری نبی، آخری کتاب

تو پیر حال چونکہ اس امت کو آخر الامت کہا گیا ہے اور قرآن کو آخر الکتب اور نبی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کو نبی آخر الزمان تواب یہی نبوت کافی ہو گی۔ جب آفتاب نکل آتا ہے تو مغرب تک ایک ہی آفتاب کافی ہوتا ہے اور کوئی ستارہ اس کے سامنے جم نہیں سکتا اور جب رات آئے گی تو وہ قیامت کی صبح ہو گی اور اس میں پھر ضرورت نہیں دین کی۔ ختم ہو جائے گا دین بھی اور دنیا بھی ساری ختم ہو جائے گی۔

فضیلت امت، کار نبوت، سپرد علماء

تو یہی امت چلنے والی ہے آخر تک۔ اس لئے جو کام پہلے انبیاء (علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ اجمعین) کیا کرتے تھے وہ علماء کے پرد کیا گیا۔ اس سے اس امت کی فضیلت معلوم ہوئی کہ تھے تو یہ امت کے علماء مگر کام وہ کیا جو انبیاء کا ہوتا تھا۔ جہاں ایک عالم رباني بیٹھ گیا لاکھوں کو رنگ دیا اس نے علم سے لاکھوں کے قلوب کو درست کر دیا۔ ان میں سے جو بھی جہاں بیٹھ گیا ایک حلقة کے حلقة کو ایمان والا بنا ریا۔ حضرت امام ابو حنیفہؓ کوفہ میں اہمترے تو خراسان، ایران اور افغانستان، ہندوستان کی اکثریت

حُنفی بنتی چلی گئی۔ تو کروڑوں جنت میں داخل ہو گئے اور کروڑوں داخل ہونے والے ہیں۔ حضرت امام شافعی کا اہتمامی قیام رہا ہے۔ حجاز میں اور آخری عمر مصر میں گزری اور وہیں وفات بھی ہوئی تو مصر کی اکثریت بھی شافعی اور حجاز کی اکثریت بھی شافعی۔

حضرت امام احمد بن حبیل کا قیام رہا ہے۔ یمن میں اور مسجد میں اس لئے سب یمنی بھی حنبلي اور سب مسجدی بھی حنبلي قبہ پر چل رہے ہیں۔ حضرت امام مالک امام دارالهجرت ہیں وہ مدینہ منورہ میں رہے ہیں تو حجاز کے مغربی علاقے الجزاہ اور تیونس اکثر مالکی ہیں۔ اس لئے کہ ان کے اثرات وہاں پہنچے۔

تو ایک فقیر بھی جہاں پہنچا کر کروڑوں کو رنگ دیا اس نے کروڑوں کے ایمان درست کر دیئے۔ یہی حال محدثین کا ہے۔ حضرت امام خوارجی جہاں بیٹھ گئے ہزاروں کو محدث بنا دیا۔ حضرت امام مسلم ہیں، حضرت ابو داؤد سجستانی ہیں، حضرت امام نسائی ہیں ایک بھی جہاں پہنچ گیا ہزاروں محدث پیدا ہو گئے۔ یہی حال مشکلین کا ہے۔ یہی صورت مفسرین کی ہے۔

تو یہ امت آفتابوں اور ماہ تابوں سے بھری ہوئی ہے۔ وہ ہمارے غازی صاحب نے ایک واقعہ سنایا تھا کہ جب مہارا شتر کا صوبہ مستقل تسلیم کیا گیا تو پائیل صاحب وہیں تھے۔ وہ وزیر اعلیٰ تھے۔ انہوں نے بڑا جشن منایا۔ مسلمانوں کو بھی بلا یا پار سیوں کو بھی اور نقاب کشانی کی شیواجی کے مت کی۔ تو غازی صاحب کی ذرا بے تلفی تھی تو پائیل صاحب سے۔ انہوں نے فرمایا یہ تو ایک لشیر اتحاد اس کو ہیر دنا کر پیش کر رہے ہو تو وہ ایک ڈاکو اور لشیر اتحاد تو پائیل صاحب نے کہا کہ غازی صاحب تمہارے قرآن کے تورہ صفحے پر لاکھوں لیڈر لکھے ہیں۔ یہاں تو لے دے کر ایک ہے۔ اسے تم چور کو یا ڈاکو ہم تو اسے ہی سراہیں گے۔ تمہارے ہاں تو لاکھوں بھرے ہوئے ہیں جسے چاہو ہیر دنالو۔ یہاں تو ایک ہی ہے اسے چور کو یا ڈاکو یہاں تو یہی ہیر دنے گا۔

فیضان قرآن

تو یہ امت آفتابوں اور ماہ تابوں سے بھری ہوئی ہے۔ حدیث کو دیکھو تو بڑے بڑے محدث۔ تفسیر کو دیکھو تو بڑے بڑے مفسر۔ حضرات صوفیاء کو دیکھو تو بڑے بڑے امام تصوف کے۔ جنہوں نے دنیا کو رنگ دیا اور قلوب کی اصلاح کر دی اور فقہاء کو دیکھو تو اتنباط کر کے ساری شریعت کو باغ و بیمار بنا دیا اور گذستہ کی طرح پیش کیا تو واقعی یہ امت آفتابوں اور ماہ تابوں سے بھری ہوئی ہے اور علم سے کتب خانے بھر دیئے اس امت نے امام غزالی لکھتے ہیں کہ کثرت تصنیف خاصیت ہے اس امت کی۔ دنیا کی کسی امت کی اس قدر تصنیفیں نہیں۔

آج میں کتابوں کے عیسائیوں میں تصنیفیں ہو رہی ہیں۔ ہندوؤں میں بھی ہو رہی ہیں، مگر عیسائیوں کی انجلیں کا جب شباب کا دور تھا جب بھی کسی کی تصنیف ہوئی؟۔ یہ قرآن کا غیر شوری اثر ہے کہ سارے مصنفوں بن گئے۔ عربوں نے جب آکر کلام کیا تو سارے گویا من گئے۔ عربوں نے جب آکے علم پھیلایا تو سارے علماء من گئے اور تصنیف شروع ہو گئیں۔ یہ در حقیقت فیض ہے قرآن کریم کا شوری اور غیر شوری طور پر اس نے علم پھیلایا۔ یورپ میں سب سے پہلے فرانس میں پہنچا ہے علم قرآن۔ اندلس میں حکومت قائم ہوئی مسلمانوں کی توانوں نے یونیورسٹیاں قائم کیں تو یورپ کے لوگ پڑھنے کے لئے آئے۔ فرانس سے بھی آیا ”تو تحریکی“ ایک شخص اور وہ بہت ماہر ہو کر گیا۔ اس نے واپس جا کر اسلامی فلسفہ پھیلادیا۔ تو پادریوں نے فتویٰ دیدیا کہ یہ تو مرتد ہو گیا ہے کافر ہو گیا ہے مگر اس کی آواز چل پڑی تھی تو فرانس سے اسلام پھیلا ہے اور وہاں سے چلا ہے اسلام یورپ میں اور اس کے ہم خیال نہ ہزاروں۔

خاص علوم نبوت

تو بہر حال یورپ ہو یا ایشیاء ہو قرآن کریم کی شعائیں جہاں بھی گئیں علم پھیلتا چلا گیا اور علم بھی ایسا کہ حضور ﷺ خود ارشاد فرماتے ہیں کہ :

”وَتَتَبَيَّنَ الْعِلْمُ الْأَوَّلُينَ وَالآخِرِينَ .“ کہ اگلوں اور پچھلوں کے تمام علوم میرے سینہ میں جمع کئے گئے اور خاص جو آپ ﷺ کے علوم ہیں وہ الگ ہیں وہ خواص نبوت ہیں۔

یہ علماء کمال سے علم لے رہے ہیں حضور ﷺ کی جو تیوں کا صدقہ ہے۔ ان کے گھر کا تو تحوزہ اسی ہے اور پچھلوں کا جو علم ہے وہ آپ ﷺ کے سینے میں آیا۔ اور آپ کو جو ذاتی علوم دیئے گئے ہیں وہ اس کے علاوہ ہیں جو بالکل نئے ہیں۔ نہ پچھلوں پر کھلے۔ نہ اگلوں پر۔ وہ بالکل الگ ہیں اور وہ نبوت کے خواص ہیں۔

علمی و کلامی معجزہ، تقابل معجزات

فرمایا گیا اگلوں اور پچھلوں کے تمام علوم میرے سینہ میں جمع کر دیئے گئے ہیں۔ معجزہ دیا گیا ہے تو کلامی وہ قرآن کریم ہے۔ ”جو تبیاناً لکل شئی ہے۔“

ہر چیز کا دعویٰ ہر چیز کی دلیل۔ زندگی کے ہر موز کی ہدایت اس کے اندر موجود ہے تو جامع ترین کتاب آئی جو علم سے لبریز ہے۔ یہ نہیں کہ فقط احکام سنادیئے گئے کہ یہ کرو یہ نہ کرو۔ جو کرو گے اس کی علامت بتلادی گئی کہ کیا بجاو ہے اس حکم کی۔ اس علامت کے پیچے حکمت رکھی کہ یہاں سے یہ علامت چلی۔ اس کے

یچے حکمتیں پوشیدہ ہیں جو اہل اسرار پر کھلتی ہیں۔ اس کے نیچے حکمت ہے اس کے نیچے علت ہے اور اس کے نیچے حقیقت ہے اور اس کے نیچے مصلحت ہے۔ اور اس کے نیچے واسطہ ہے کہی نہ کسی صفت الہی کا۔ جو اس حکم پر چلے گا وہ اس صفت سے والستہ ہو گا جو اس حکم میں کام کرے گی۔

تو حضور ﷺ نے وہ کتاب لا کر دی کہ اس کے ذریعہ سے علم بھی آیا۔ تعلق مع اللہ بھی پیدا ہوا حقائق بھی سامنے آئے اور آدمی پہنچا درستک۔

معجزہ دلیل نبوت

تو کتاب دی گئی تو علمی۔ معجزہ دیا گیا تو کلامی۔ دنیا میں ایک عام بات ہے کہ عملی چیز عالم کے ختم ہو جانے سے ختم ہو جاتی ہے۔ عالم رخصت ہو اس کا عمل بھی رخصت ہو۔ اب عمل علم باقی نہیں رہا۔ لیکن عالم انھوں جائے تو علم نہیں ختم ہوتا وہ چلتا رہے گا۔ قیامت تک تو انہیاء علیم السلام کو چتنے معجزے دیے گئے وہ عملی تھے۔ عصاء موسیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیا گیا..... اور ”ید بیضاء“ بھی انہیں دیا گیا۔ ”قیصیس یوسف“ حضرت یوسف علیہ السلام کو دیا گیا۔ یہ معجزہ کہ لوہے پر ہاتھ ڈالیں تو مووم ہو جائے حضرت داؤد علیہ السلام کو دیا گیا۔ ”احیائے موتیا“ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیا گیا تو مختلف معجزات ہیں مگر سب عملی۔ جب حضرات رخصت ہوئے اس دنیا سے۔ تو معجزے بھی رخصت ہو گئے۔ اس لئے کہ معجزہ ہوتا ہے دلیل نبوت۔ جب ان کی نبوت کی دلیل موجود نہیں تو آج تبلیغ بھی نہیں ہو سکتی ان کی۔ تبلیغ تو اس کی ہو جس کی جھت موجود ہے۔ اب کوئی دلیل نبوت موجود نہیں غیر مسلموں کے پاس۔

معجزہ دلیل تبلیغ و جھت

اس لئے آپ ﷺ کو معجزہ دیا گیا کلامی کہ وہ علم ہے۔ آپ ﷺ دنیا سے پرده فرمائیں وہ علم باقی رہے گا اور وہ معجزہ ہے تو دلیل نبوت موجود ہے۔

اس لئے مسلمانوں کو ہی حق ہے کہ وہ تبلیغ نبوت کریں اور کسی کو حق نہیں کہ تبلیغ کریں۔ کیونکہ ان کے پاس جھت نہیں ہے نبوت کی۔ ایسے لوگ زبردستی مبلغ میں جائیں وہ الگ چیز ہے۔ مگر دلیل و جھت سے مبلغ نہیں میں سکتے کہ دلیل نبوت ان میں موجود نہیں تو بہر حال آپ ﷺ کو معجزہ دیا گیا علمی اور کلامی اور علم باقی رہ جاتا ہے عالم کے پرده کر جانے کے بعد بھی۔ لیکن عمل ختم ہو جاتا ہے عالم کا۔ تو سب معجزات دلیل نبوت ختم ہو گئے۔ علمی معجزہ باقی رہا۔ تو قیامت تک دلیل موجود ہے۔ حضور ﷺ کی نبوت کی قیامت تک تبلیغ بھی ہوتی

رہے گی اس کی۔ تو فرمایا: ”اوتيت العلم الاولين والآخرين“ (يعني الآگون اور پچھلوں کے علوم مجھے دیئے گئے) اس لئے وہ علم منتقل ہو رہا ہے۔ علماء کے ذریعہ سے۔ علماء نے مدارس قائم کئے تو یہاں ظاہری اسباب ہیں مدارس۔ اور حضرات صوفیاء کے ذریعہ سے باطنی دولت بث رہی ہے۔ وہ (صوفیاء) قلوب کی اصلاح فرمائے ہیں اور یہ (علماء) اخلاق درست کر رہے ہیں۔

مولوی اور صوفی حضرات کا باہمی تقدس

جو حقیقی معنی میں صوفی لوگ ہیں یہ حقیقی معنی میں رباني لوگ ہیں جو قلوب کو جگگارہے ہیں۔ نورانی کر رہے ہیں نہ بنا ہوا مولوی کافی۔ نہ بنا ہوا صوفی کافی۔ وہ تو قضع کرے گا۔ لیکن جو حقیقی معنی میں عالم رباني ہو اور جو حقیقی معنی میں صوفی حقانی ہو وہ ایمان پھیلائے گا۔ وہ نور پھیلائے گا تو میں کہا کرتا ہوں کہ یہ جو آج کل صوفیوں اور مولویوں کی لڑائی چل رہی ہے۔ یہ آدھ کپھروں کی لڑائی ہے صحیح معنی میں کوئی عالم ہو اس سے زیادہ صوفی کا قدر دان نہیں ہوتا۔ صحیح معنی میں کوئی صوفی ہو تو اس سے زیادہ عالم کا قدر دان نہیں اور آدھ کپھرے نہ اس کی قدر کریں گے نہ اس کی۔ لڑیں گے آپس میں۔ تو یہ ناتمامی اور کھوکھلاپن ہی ہے اس لڑائی کی وجہ۔ حقیقت کا سرانہ ان کے ہاتھ میں ہے نہ ان کے ہاتھ۔ الاما شاء اللہ۔ جو لوگ رباني ہیں۔ حقیقت کو سمجھے ہوئے ہیں۔ وہ کسی سے لڑتے نہیں۔ وہ تو اصلاح کر رہے ہیں۔

علم ظاہری و باطنی

تو علم ظاہری پھیلائے علماء کے ذریعے اور علم باطنی پھیلائی کریم ﷺ کا حضرات صوفیاء کے ذریعے۔ علماء قابل کی اصلاح کرتے ہیں اور صوفیاء قلوب کی۔ حضور ﷺ کی مجلس میں یہ دونوں کام ہوتے ہیں۔ ایک طرف مسائل بیان ہو رہے ہوتے۔ یہ حلال یہ حرام یہ جائز یہ ناجائز یہ مستحسن یہ غیر مستحسن یہ روایہ ناروا۔ تو دوسری طرف دلوں کی کلیں درست کی جا رہی ہو تین کہ کیفیت دل میں یہ نہ آئی چاہیے وسوے یہ نہ آنے چاہیں ہر ایک آرہا ہے لور پوچھ رہا ہے۔

حضرت حنظله کا واقعہ

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جا رہے تھے کہ حضرت حنظله رضی اللہ تعالیٰ عنہ ملے۔ پوچھا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے۔ حنظله کیا حال ہے؟۔ فرمایا حنظله کا حال مت پوچھ۔

حنظلة منافق ہو چکا ہے۔ اس میں ایمان باقی نہیں رہا۔ پوچھایہ کیا بات ہوئی؟۔ تم تو صحابی رسول ﷺ کے ساتھ ہوئی کمال؟۔ انہوں نے کماجب حضور ﷺ کی مجلس میں ہوتے ہیں تو گویا جنت دوزخ آنکھوں کے سامنے ہوتی ہے جب گھر جاتے ہیں تو وہ بات نہیں رہتی۔ معلوم ہوا کہ منہ دیکھے کا یہ ایمان ہے۔ یہی توافق ہے کہ دل میں کچھ نہیں۔ چہرہ مبارک دیکھ لیا۔ ایمان آگیا۔ جب گھر گئے ختم ہو گیا۔ میں تو منافق ہو گیا ہوں۔ ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا یہی حال میرا ہے کہ مجلس مبارک میں جو کیفیت ہوتی ہے گھر جا کر تور ہتی نہیں۔ تو اگر یہ روگ ہے تو چلو اس کا علاج کرائیں۔ حاضر ہوئے حضور ﷺ کے پاس۔ صدیقؓ اکبرؓ نے واقعہ سنایا حنظلة کا۔

آپ ﷺ نے پہلی بات یہ فرمائی：“یا حنظلة ساعة فساعة۔”：“اے حنظله نساعت بہ ساعت یہ کیفیات چڑھتی بھی ہیں اور اترتی بھی ہیں۔ اس کا خیال مت کرو۔ یہ کیفیات آئی جانی ہیں۔ اس کے بعد فرمایا تم نے سمندر دیکھا ہو گا۔ جب اس میں مدپیدا ہوتا ہے تو کنارے لبریز ہو جاتے ہیں۔ یہ معلوم ہوتا کہ بس زمین کو نگل جائے گا۔ یہ سمندر بھرا ہوا لبریز۔ اور جب گھٹا ہوتا ہے۔ یعنی جذر۔ تو میلوں میل خالی ہوتا ہے۔ سمندر پانی سے وجود نہیں رہتا پانی کا۔

فرمایا آپ ﷺ نے جب پانی میلوں تک نہ رہے سمندر میں جتنا پہلے تھا اور جب کناروں تک لبریز ہو تو جب بھی اتنا ہی جتنا پہلے تھا۔ فرق اتنا ہے کہ جب تو بھیں اٹھتی ہیں تموج کا زمانہ ہے تو اوپنچا نظر آتا ہے۔ سکون ہو جاتا ہے تو کم نظر آتا ہے۔ مگر ایمان ایک سمندر کی مانند ہے۔ میری مجلس میں رہتے ہوئے اس میں موجود اٹھتی ہیں تو اوپنچا نظر آتا ہے۔ گھر کو جاتے ہو تو سکون ہو جاتا ہے۔ مگر ایمان اتنا کا اتنا ہی ہوتا ہے جتنا پہلے تھا۔ مگر یہ دسوے ہے اور یہی ایمان ہے اگر ایمان نہ ہوتا تو اس دسوے کوبرا کیوں سمجھتے۔ یہ ایمان ہی توبرا سمجھوار ہاہے اور یہ دسوے تو آئی جانی چیزیں ہیں کیسے کہہ دیا تم نے کہ ایمان نہیں ہے۔ چنانچہ وہ سب پر دے ہٹ گئے۔ قلوب روشن ہو گئے۔ یہ دلوں کی کلوں کا مسئلہ تھا۔ جائز ناجائز کا مسئلہ نہیں تھا۔ قلوب کی کیفیات کا مسئلہ تھا۔

اعتدال قلوب

حضور ﷺ کی عادت مبارکہ تھی کہ اپنے اصحابؓ کی نگرانی فرماتے رہتے تھے کہ گھروں میں کیا کر رہے ہیں۔ تو صدیقؓ اکبرؓ کے مکان سے گزر ہوا تو اتنا آہستہ قرآن پڑھ رہے تھے کہ کان لگا کر سننا بھی مشکل۔ آپ ﷺ تشریف لے گئے۔

حضرت عمرؓ کے مکان سے گزرے۔ آپؓ اتنے زور زور سے پڑھ رہے ہیں کہ سارا محلہ گونج رہا تھا۔ اگلے دن دربار نبوت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا! اے ابو بکر صدیق تم اتنا آہستہ کیوں پڑھ رہے تھے کہ سنائی بھی نہ دے۔ فرمایا! یا رسول اللہ ﷺ میں تو اس ذات کو سنارہاتھا جو بیری ہے نہ اندر ہی۔ وہ تو اللہ سبحان و تعالیٰ کی ذات ہے۔ وہ تو دونوں کی کھنک سے واقف ہے۔ تو مجھے چلانے کی کیا ضرورت؟۔ دل دل میں پڑھیں۔ جب بھی وہ سنے۔

حضرت عمرؓ سے پوچھا تم کیوں اتنا زور زور سے پڑھ رہے تھے؟۔ فرمایا (سو توں کو جگارہا تھا۔ اور شیطانوں کو بھگارہا تھا کہ اس گلی میں قدم بھی نہ رکھیں)۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا! اے عمرؓ تم ذرا آواز کو دھمی کرلو اور اے ابو بکرؓ تم ذرا آواز کو اٹھالو۔ تاکہ اعتدال قائم ہو جائے۔ یہ جائز و ناجائز کی بات نہیں تھی۔ زور سے پڑھنا بھی جائز تھا اور آہستہ پڑھنا بھی۔ دونوں کی کیفیت میں اعتدال پیدا کرنا تھا۔ اور معتدل جب ہو تو جب دونوں کو پڑایت کی۔

تو ایک طرف مسائل بیان ہو رہے ہوتے تو دوسری طرف دونوں کی کلیں درست ہو رہی ہوتیں۔ ایک طرف ظاہری احکام بیان ہو رہے ہوتے اور دوسری طرف باطنی احکام۔ دونوں چیزیں برابر برابر چلتیں۔

اصل خدمات علماء و صوفیاء حضرات

اب احکام علماء نے اختیار کئے اور قلوب کی کیفیات (کی اصلاح) صوفیاء نے اختیار کی۔ ان (صوفیاء) کے ہال خانقاہیں بن گئیں اور ان (علماء) کے ہال مدرسے بن گئے۔ جو دونوں کے لئے لازم و ملزم ہیں۔ حقیقت میں کوئی عالم اس وقت تک عالم و عارف نہیں ہو سکتا۔ جب تک وہ ذکر و مجاہدہ کر کے اپنے قلب میں نورانیت نہ پیدا کر لے اور کوئی صوفی اس وقت تک صحیح معنی میں صوفی نہ ہو گا جب تک سنت کی پیروی اس کے اندر نہ ہو اور جائز و ناجائز کے احکام کا اس کو علم نہ ہو۔

تصوف و شریعت، علوم ظاہری و باطنی

لیکن اب تصوف کے معنی تورہ گئے باطنیت کے کہ علماء کیا جائیں۔ باطنی علم تو سینہ بہ سینہ چلا آرہا ہے۔ بھئی سینہ بہ سینہ کوئی نئی وحی آئی تمہارے پاس؟۔ وہی تو ہے جو حضور ﷺ لے کر آئے سینہ بہ سینہ منتقل ہوا۔ قرآن کریم میں اس کی بحیادیں موجود ہیں۔ بہر حال علم ظاہری و علم باطنی دونوں ضروری ہیں۔ تو عالم صحیح معنی میں اس وقت تک عالم نہ بنے گا۔ جب تک قلب کو درست نہ کرے۔ اخلاق قلبی درست نہ ہوں۔ اگر

ایک عالم ہے مثابر بھی ہے اور حاصل بھی ہے۔ وہ علم اس کو اور زیادہ نقصان پہنچائے گا اور امت کو بھی۔ اور اگر عالم ایسا ہے کہ اس کے اخلاق پاکیزہ ہیں تو کل ہے اس میں۔ اصلاح کا جذبہ ہے تو نفع پہنچائے گا وہ علم اخلاق کے راستے۔ اس لئے اخلاق درست کئے جاتے ہیں۔

مثلاً ہمارے ہاں دیوبند میں بھی یہ طریقہ تھا کہ جب قارغ التحصیل ہو جاتا تھا۔ تو میرے طالب علمی کے زمانے تک یہ دستور تھا کہ سند نہ دیتے تھے جب تک جماعت کے کسی عالم (صاحب باطن) کے پاس رہ کر اپنے قلب کی اصلاح نہ کر لیتا تھا اور اپنے اخلاق درست نہ کر لیتا۔ سند نہیں دیتے تھے۔ اب ذرا عام ہو گئی تھی۔ اس لئے ہر قسم کے لوگ پیدا ہو رہے ہیں۔ جنمیں نے اصلاح کروالی وہ تو صاحب باطن ہیں اور جنمیں نے اصلاح نہ کروالی وہ صاحب بطن ہیں۔ دونوں ایک ہی مادہ سے۔

تو بہر حال دونوں چیزیں جمع ہونا ضروری ہیں۔ چونکہ یہ دونوں چیزیں اللگ اللگ نہیں ہیں۔ ظاہر و باطن ایک ہی چیز کا ہے۔ رضائی کا ایک استر ٹیچ کا ہے اور ایک استر اوپر کا۔ درمیان میں روئی بھری ہوئی ہے۔ یہ نہیں کہیں گے یہ اوپر کا استر رضائی ہے۔ یا یہ ٹیچ کا استر رضائی ہے۔ مجموعہ دونوں استروں کا رضائی ہے۔ جب تک دونوں نہیں گے گری نہیں پہنچے گی۔ تو علوم کا جمع کرنا ضروری ہے۔ اس واسطے قرآن کریم میں حکم فرمایا گیا ہے:

”وذروا ظاہر الاسم وباطنه . پاره ۸ رکوع ۱ آیت ۱۲۰“ ظاہری گناہوں کو بھی دور کرو اور باطنی گناہوں کو بھی دور کرو۔

ظاہری گناہ ہیں افعال کے۔ باطنی گناہ ہیں اخلاق کے۔ تو ظاہری افعال کو بھی ٹھیک کرو اور باطنی اخلاق کو بھی۔ اخلاق مانند ٹیچ کے ہیں۔ اگر ٹیچ صحیح ہو گا تو درخت صحیح نکلے گا اور ٹیچ اگر نکلنے کا ہے تو کائنے دار درخت ہی نکلے گا اس پر آم نکلنے سے رہا۔ اس لئے ٹیچ کو درست کرو۔ یعنی اخلاق کو درست کرو۔ تو (افعال اور اخلاق) دونوں کی برادر تاکید کی گئی۔

(ہمارے مولانا نے فرمایا تھا کہ علم کے بارے میں کہا جائے تو کچھ باتیں سمجھو میں آگئیں اور بیان کر دیں جو کچھ کوتا ہی رہ گئی ہو تو آپ خیال کر لیں) (اس کے بعد دعا ہوئی)

عید مبارک

قارئین کو ادارہ لولاک کی طرف سے ولی عید مبارک قبول ہوا!

دعا کے اسرار و آداب

قاضی محمد سلیمان صاحب مصوص پوری

بسم الله الرحمن الرحيم . الحمد لله رب العالمين والسلام على المرسلين
وصلى الله تعالى على سيدنا محمد الامين واله واصحابه اجمعين . الى يوم الدين !
اما بعد ! ایک شخص نے درخواست کی کہ ایک مختصر سار سالہ ادعیہ ما ثورہ پر لکھ دیا جائے۔ میں نے یہ قبول
درخواست یہ رسالہ لکھ دیا ہے۔ اگرچہ مضمون کے وسعت اور اہمیت کا تقضایہ تھا کہ اس بارہ میں جو کچھ لکھا جائے وہ
مختصر نہ ہو۔ مگر درخواست کی پابندی بھی ضروری تھی۔

واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو مختلف قوئی عطا فرمائے ہیں۔ اور ہر ایک قوت کا کمال دوسرا قوت سے
الگ ہے۔ مثلاً آنکہ کامال بینائی اور کان کا کمال شنوائی وغیرہ وغیرہ۔ اور جب کسی قوت کے کسی کمال میں ضعف یا زوال
پیدا ہو جاتا ہے تو سب عارضی کے دفعیہ کی سعی بذریعہ علاج کی جایا کرتی ہیں۔ اسی طرح روحانی قوئی کے لئے بھی
روحانی امراض ہیں جن کا ازالہ روحانی ادویہ یعنی سے کیا جاسکتا ہے۔

قلب انسان کا کمال یہ ہے کہ اس میں خالق کی معرفت اور توحید رائج ہو۔ مالک کی محبت یعنی قلب کا سر درد
انتہاج ہو۔ اور اسی کی رضاواطاعت اس کا مطلوب۔ موالات و معادات اور حب وبغض میں رضوان مقصود ہو۔ قلب
پر اسی کا جلال سایہ فُلَن ہو۔ اور اسی کا کمال نور افزا ہو۔ دنیا کی کوئی نعمت، کوئی لذت، کوئی عیش، کوئی سرور بلکہ زندگانی
دنیوی بھی مندرجہ بالا مقصود کے سامنے ذرا اعزیز و محبوب نہ ہو۔ جب تک قلب کی یہ کیفیت ہے اس وقت تک اس
کی صحت کامل اور سالم ہے۔ لیکن جب دل کی ان معتقدات یا کیفیات میں فتور آ جاتا ہے تو قلب کو اتنا ہی بس مر سمجھ لینا
چاہئے۔

علاج قلب بذریعہ ادویات روحانی کیا جاتا ہے اور وہ دو ایسی یہ ادویہ ما ثورہ ہیں جو حکیم مطابق تقدس و تعالیٰ
اور طبیب حاذق نبی ﷺ کی تجویز فرمودہ ہیں۔ ان مرکبات پر جب کوئی بھیر نظر کرے گا تو اسے معلوم ہو جائے گا
کہ نسخہ روحانی کی تجویز میں کئی اقسام کی ادویہ کا استعمال کیا گیا ہے۔

(۱).... توحید الوہیت کی تعلیم: کہ عرش سے فرش تک کی حکومت اور مدیر اس واحد مالک کے قبضہ میں ہے۔ ریت کا ذرہ اور خبت کا پتا نوری، خاکی، حیوان بے جان سب پر اسی کا حکم جاری ہے اور ہر ایک شے اس کے جلال کے سامنے سر لکھدہ و فرمائی جائے۔

(۲).... توحید ربوبیت کی تعلیم: کہ پانے والا، وجود مختلف والا، نیست سے ہست بنانے والا پروردش کے تمام بیروفی و سائل اور تمام اندر و فی ذرائع جمع کرنے والا۔ ہر ایک شے کو اس کی مناسبت طبع اور ضروریات فطرت کے مطابق مواہب عطا کرنے والا وہی ہے۔ ہر شخص اور ہر چیز اس کی پروردگار ہے اور وہ سب کا پروردگار ہے۔ پانی میں تیرنے والے، ہوا میں اڑنے والے، زمین پر ریختنے والے، زندگانی کا سانس رکھنے والے مادی ترکیب سے وجود قبول کرنے والے، خاکی، ناری، نوری، کروٹی سب کے سب ہر لمحہ ہر آن اسی کی پروردش کے محتاج ہیں اور ہر وقت وہر لمحہ اس کی پروردش سے مستفید۔

(۳).... توحید علمی: کہ سمندروں کی گمراہی یا آسمانوں کی بلندی پر کوئی چھوٹی یا بڑی جو چیز موجود ہے وہ اسی مالک کے علم کے اندر ہے۔ ریت کا کوئی ذرہ سمندر کا کوئی قطرہ۔ مادہ کا کوئی جزو اس کے علم اور قدرت سے باہر نہیں۔ انسان کے اعمال و افعال بلکہ نیت اور ارادے اس کے علم میں ہیں۔ وہی سینوں کے بھیدوں کو جانے والا۔ وہی دل کے جذبات کا علم رکھنے والا۔ وہی خیالات اور وساوس پر اطلاع رکھنے والا ہے۔ وہی پکارنے کی حالت کو دیکھتا ہے۔ وہی پڑھنے والے کی آواز کو سنتا ہے۔

(۴).... تقریبیہ باری: وہ بندوں پر خلم کرنے سے بر ترواعلی ہے۔ ہماری ہر ایک مصیبت میں اس کی حکمت و دانائی کام کرتی ہے۔ ہماری ہر ایک محنت میں اس کی مصلحت مخفی ہے۔ وہ نہ کبھی بندہ کے گناہ پر اس کی روزی بند کرتا ہے اور نہ کبھی بندہ کو اس کی غفلت پر اپنی حفاظت سے محروم کرتا ہے۔

(۵).... اعتراف: یعنی بندہ کا صدق دل سے یہ اقرار کرتا کہ یہ بندہ ہی ظالم ہے اور اس کے ہاتھوں کے اعمال ایسے ہی بدترین انجام کے ملزم ہیں۔

(۶).... توسل: ان تمام حالات کو زیر نظر رکھ کر ہر دعا لئنے والے کارب العالمین کے اسماء حسنی اور صفات کاملہ کایا کرنا اور انہی کے واسطے سے اپنی معروفات کو پذیرائی کے لئے پیش کرنا۔

(۷) استعانت : دنیا کے جملہ وسائل اور تعلقات سے الگ ہو کر محض رب العالمین کی مدد پر حصر کرنا۔

(۸) رجایا : گوناگون ناکامیاں، نامرادی، بیچ مپرسی، بیکسی کے ہوتے ہوئے بھی افضل والطاف پر اعتماد و ثوق قائم رکھنا۔

(۹) استغفار : گزشتہ تفصیرات کی معانی کا سوال بار بار پیش کرنا۔

(۱۰) توبہ : گزشتہ افعال سے بیز ار ہو کر آئندہ بیترين اعمال پر کارہد ہو جانا۔ اور گزشتہ پر ندامت و پیشانی کا بار بار اظہار کرنا۔

(۱۱) تفویض : اپنی دعاوں اور اتماسوں کو پیش کرنے کے بعد انجام کار کو مشیت ربانی پر چھوڑ دینا اور اس کی قبولیت کے لئے بخشادہ پیشانی آمادگی رکھنا۔

(۱۲) ترک و عویٰ : نیکی کرنے یا بدی سے چلنے کی طاقت کو اپنے سے منسوب نہ کرنا۔ اپنے نفس کا اس میں کوئی حصہ نہ سمجھنا۔ اور سب کو حوالہ خدا کر دینا۔

بس یہی وہ ادویہ ہیں جن کا استعمال عوارض قلب میں کیا گیا ہے۔ انہی کے استعمال کے لئے کہیں قرآن پاک پر تدریکرنے کی ہدایت کی جاتی ہے۔ کبھی تماز نافلہ کا طریقہ بتایا جاتا ہے۔ اور کبھی جماد کو اسی سبب سے نافع تر سمجھا جاتا ہے۔

اب دعا مانگنے والے کو یہ سمجھنا ضروری ہے کہ دعا کی جان اضطرار قلب ہے اور اضطرار قلب ہی کی موجودگی میں اللہ تعالیٰ نے قبولیت دعا کا وعدہ فرمایا ہے۔ الفاظ دعا کو بطور عادت زبان سے استعمال کرنا ہر گز ہر گز صحیح طریقہ دعا مانگنے کا نہیں۔ بعض لوگ اچھے اچھے وظیفے کرتے اور عدمہ عدمہ اور اوپڑھا کرتے ہیں مگر اسی طرح کہ زبان ذاکر ہے اور قلب غافل اور پھر شکایت کیا کرتے ہیں۔ کہ دعا قبول نہیں ہوئی۔ یا کہا کرتے ہیں کہ کلام میں اثر نہیں یا اثر نہیں رہا۔ ان کو یاد رکھنا چاہئے کہ پہنچنے دور کا کی اثر سو نگھنے سے نہیں حاصل ہوا کرتا۔

میرے عزیزو! دعا تنائی میں مانگو، تمہارے جسم کا انداز، تمہاری آواز ایسی ہو کہ اس سے عجز و خشوع آشکارا ہو۔ تمہارے دل میں ایامت الی اللہ جوش زن ہو۔ دعا کے معانی پر غور کرو اور اپنی حالت کو ان معانی کے مطابق بنالو۔

اگر اب بھی دعائِ ملنگانہ آئے تو کسی شر کی بڑی سرک پر یار ملے اشیش پر چلے جاؤ۔ وہاں تم کو بھیک مانگنے والے بیٹھے نظر آئیں گے۔ خواہ گرمی سے زمین و آسمان تپ اٹھے ہوں۔ خواہ وہ حوش طیور پناہ کے لئے سایہ میں جا ٹھہرے ہوں۔ مگر یہ بھیک مانگنے والا ایک ہی جگہ پر اور ایک ہی وضع میں بیٹھا ہوا ہے زمین پر جھکا ہوا یا آنکھوں کو بند کئے ہوئے، ہاتھ آگے کو پھیلائے ہوئے ایک ہی آواز کے ساتھ مسلسل بلاقطع اپنی مخصوص صدا کو دھرائے جاتا ہے۔ خواہ سردی کی وجہ سے لوگ مکانوں کے اندر چھپ کر بیٹھے ہوں۔ خواہ آمد و رفت کی راہوں پر رونق نہ رہی ہو۔ خواہ پالا اور ہواباہر کسی کو ٹھہر نے نہ دیتی ہو۔ مگر وہ برف کی طرح جما ہوا ہے اور رعد کی طرح اپنی آواز دور دور تک جانے والوں کے کان میں پہنچا رہا ہے۔

پیسہ دو پیسہ!

یہ بھکاری کیا مانگتا ہے؟

اپنے ہی جیسے انسانوں سے!

کس سے مانگتا ہے؟

کیا کسی استحقاق پر؟

کیا کسی وعدے پر؟

کیا اس کو مل رہتا ہے؟

اب دعائِ ملنگنے والے کو سبق لینا چاہئے۔ وہ تورب العالمین سے مانگتا ہے جس کی عظمت و جلال ہمارے اندازہ و ہم و خیال سے برتر ہے۔ وہ تو ایسی چیزیں مانگ رہا ہے جو قیمت و دقت میں لاکھوں کروڑوں روپے سے اعلیٰ ہیں۔

پس لازم ہے کہ اپنے سوال کی اہمیت اور مسئلہ عنہ کی عظمت کے لحاظ سے دعائِ ملنگنے والے کی دعائیں سزو گدزاں، عجز و نیاز، لجاجت و انکسار، عبودیت و اقصار پایا جائے۔

وہ بار بار اپنی شکستگی و درماندگی، عاجزی و بے چارگی بیکسی و ناکسی کا انظہار کرے۔ بار بار اپنے آپ کو اسی کے درکاگذار اسی کے آستان کا سوالی۔ اسی کے دربار کا امیدوار بتلائے۔ اسی کی دین کافیر۔ اسی کے فضل کا مسکین۔ اسی کے احسانات کا پروردہ ہونا۔ زبان و دل پر لائے اور اس حالت پر یہ یقین رکھے کہ وہ رحمٰن الرحيم سے مانگ رہا ہے جس کی رحمت نے اسے لباس انسانی عطا فرمایا۔ اور جس کی رحمانیت نے اسے شکم مادر میں رزق پہنچایا۔ یا ایمان رکھے کہ وہ تو غفور الودود سے مانگ رہا ہے جس کے غفران نے ہر ایک عاصی کو خود طلب فرمایا اور جس کی محبت نے ہر ایک انداز کو محبت دے کر پیدا کیا ہے۔

دعائِ ملنگنے والے کو یاد رکھنا چاہئے کہ اثر دعا کے ظہور میں اگر دیر لگتی جائے اسی قدر اس کا زیادہ اعتماد بڑھتا

جائے اور یقین ملکم ہوتا جائے۔ دیکھو زمین سے کوئی دانہ جلد اور کوئی دانہ دری سے نکلتا ہے۔ کوئی درخت جلد پھل دینے لگتا ہے اور کوئی دری میں شر لا تا ہے۔ دعاء مانگنے والے کو ضروری ہے کہ یاس و نا امیدی کا اثر اپنے دل پر نہ ہونے دے۔ ممکن ہے کہ نظر پہ اسباب دنیوی کسی مقصد میں یا س و نا امیدی کا کھلا چڑھ بھی نظر آتا ہو لیکن پھر بھی دعاء مانگنے والے کی توقع اور امید رب العالمین کے ساتھ دلببر ہے اور اپنے مقصد کی کامیابی کو تائید غیبی کے حاصل ہو جانے پر منحصر کھڑ کر روح کو اور دل کو یاس کے زہر لیے اثر سے چالے اور ہمت بلند اور عزم راخ اور طلب صادق کے ساتھ اپنی دعاویں اور التجاویں کو جاری رکھے۔ دعاء مانگنے والے کو لازم ہے کہ دعاء مانگنے کے وقت اپنے خیال کو کلیدیہ اسباب ظاہری اور وسائل دنیوی کی طرف سے ہٹالے اور خوب یقین کرے کہ مالک کی لامتناقدرت اور لامحدود طاقت انسان کے جانے پہچانے اسباب اور وسائل میں محدود نہیں۔

دعاء مانگنے والے کو لازم ہے کہ ایسی شے کا سوال نہ کرے جو شرعاً منوع ہو۔ کسی ایسی شے کا سوال نہ کرے جو سنت اللہ کے خلاف ہو۔ کسی ایسی چیز کا سوال نہ کرے جو رحم اور انسانیت کے خلاف ہو۔

یہ یاد رکھنا چاہئے کہ دعا کے منافع و فوائد لامتناہی میں سے فائدہ جلیلہ تو یہی ہے کہ قلب انسانی کو اپنے مالک و خالق سے نسبت صحیح حاصل ہو جاتی ہے اسے پڑھ لگ جاتا ہے کہ ارض و سماء میں مدبراً مورکون ہے؟۔
وہ جان جاتا ہے کہ اس کی جان کس کے قبضہ میں ہے؟۔

اس کا ایمان خداۓ جی و قوم پر کامل ہو جاتا ہے۔

اس کا اعتماد قریب و مجب کی ہستی پر کامل ہو جاتا ہے۔

رب العالمین کے سمع و بصر اور علم و قدرت کی صفات پر اس کا وثوق مستحکم بن جاتا ہے۔ ہندہ کو اپنی بیکسی بکھہ کل عالم کی درماندگی آشکار ہو جاتی ہے۔ یہی عرفان جس سے ہندہ خود اپنی قدر و قیمت سے آگاہ ہو جاتا ہے اور یہی معرفت جس سے اس کے سامنے کچھ کچھ شان الوہیت جلوہ گر ہو جاتی ہے۔ ہزار منفعتوں کی ایک منفعت ہے۔ اور یہی وہ چیز ہے جس کے لئے اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ ہندے۔ انہیاء فرشتے شب و روز ذکر و دعا اور تسبیح و استغفار کو اپناؤر دہنائے رکھتے ہیں۔

مبادر کہ ہے وہ انسان جسے دعاء مانگنا آجائے۔ مبارک ہے وہ انسان جسے دعاء مانگنے والوں کے زمرہ میں جگہ مل جائے۔ دعاء کی منفعت خود لذت دعا ہے اور دعا کی اجابت دعا پر مداومت کامل کامل جانا ہے۔ یہ وہ فائدے ہیں جو آغاز کار میں عطا فرمائے جاتے ہیں۔

دعاء مانگنے والے کو یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ اس ہندے سے زیادہ خوش ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ سے

سلطان وقت ایک فقیر کی بارگاہ میں

حضرت مولانا سید محمد انظر شاہ کشمیری

تاریخ کی ان کتبوں میں جو آج سکول و کالج کے ہر طالب علم کے ہاتھ میں نظر آتی ہیں اور جن سے تاریخ کے ہر طالب علم کا ذہن خراب کیا جا رہا ہے اور اس کی ذہنیت کو فاسد کر کے اسے مسلمان قوم اور خصوصاً مسلمان بادشاہوں کے خلاف تیار کیا جا رہا ہے۔ متعصبانہ اور سیاسی تاریخ کے انہیں انہدوں میں مسلمان بادشاہوں کو غلط شکل و صورت میں پیش کرنے کی جو کوشش کی گئی ہے۔ وہ تاریخ نویسی میں ایک کھلی ہوئی بد دیانتی ہے، اور انسانیت کے جسم پر ان کے قلم کا ایک ایسا خم ہے جس سے انسانیت کا لاشہ تڑپ اٹھا ہے۔ متعصب مورخین کے ستم انگیز اور قلم آفرین قلم سے تمام مسلمان بادشاہ عموں اور سلطان محمود غزنوی خصوصاً زخمی ہونے ہیں اور ہر مورخ کی یادوں گوئی کا تیربے چارے غزنوی کے سینے میں جا کر پیوست ہوتا ہے۔ نہ جانے اس "غزنوی" کو مورخ کے پروفسوں قلم نے کیسے خدوخال کے ساتھ پیش کیا ہے کہ آج اس کی شخصیت اپنی اصل شکل و صورت کے ساتھ تاریخ کے صفحات سے غائب نظر آتی ہے۔ مورخ "محمود" کو ایک سفاک، جاہد، سنگدل اور بے رحم انسان کی حیثیت سے جانتا اور پہچانتا ہے۔ لیکن انصاف پسند حلقوں کو قدیم تاریخ کے خانے میں محمود کی شکل و صورت، ایک رحم پسند، رحم دوست، عدالت گرا تی اور رعایا پرور انسان کی دکھائی دیتی ہے۔ جس کا قلب لینت و رقت سے لبریز اور جس کا باطن خشوع و خضوع کا امانت دار ہے اور پھر یہ دلیل جو "فرشتہ" نے ایک واقعہ کے ساتھ پیش کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اسی غزنوی تاجدار کو "اعزک الله فی الدارین کما اعزت ورثتی" کہہ کر خطاب کیا۔ مسلمانوں کے دل و دماغ کو محمودؑ کی حیثیت سے مطمئن کرنے کیلئے کافی ہے۔ جانے والے جانتے ہیں کہ الصادق المصدق فداہ روحی کے ارشادات ایک مسلمان دماغ کے لئے کس تدریجی اور کتنے گراں قیمت ہیں۔ اس واقعہ کی اطلاع دیتے ہوئے "(تاریخ کی کتاب) فرشتہ" نے لکھا ہے:

"در آن شب حضرت مصطفیٰ ﷺ را بخواب دید کہ با او فرمود بایں امیر ناصرین الدین سبتگین اعزک الله فی الدارین کما اعزت ورثتی" (تاریخ فرشتہ ص ۳۶) جس کا حاصل یہ ہے کہ خرو و دین پناہ سر کار دو عالم ﷺ کی زیارت سے مشرف ہونے کے ساتھ محمود غزنوی کو دارین کی سرافرازی کی

”نوید جاں فزا“ سے بھی مسرور کیا گیا۔ ایک مسلمان کیلئے آنحضرت ﷺ کی عالم روپیا میں زیارت کس قدر سعادت و نیک بختی کی علامت ہے۔ اس کا احساس ایک مسلمان ہی کر سکتا ہے۔ ”فرشتہ“ نے ” محمود غزنوی“ کی علم پروری علماء دوستی اور اولیاء اللہ سے عقیدت و تیاز کیشی کے جو واقعات ہم کو سنائے ہیں۔ ان میں یہ واقعہ اپنی تو عیت کے اعتبار سے عجیب و غریب ہونے کے ساتھ سبق آموز اور عبرت انگیز بھی ہے۔

اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ سلطان غزنوی کو ”العلماء ورثتہ الانبیاء“ الحدیث کی صحت میں تردید اور اسی طرح قیامت کے متعلق جو احادیث ہیں ان کی صحت میں بھی اطمینان حاصل نہیں تھا۔ نیز اپنی نسبت کو امیر ناصر الدین سنجیمن سے بھی صحیح نہیں سمجھتا تھا۔ لکھا ہے کہ ایک رات تھا ایک غلام کے ساتھ کہیں سے آرها تھا اور غلام طلائی شمعدان میں شمع رکھے ہوئے راستہ دکھاتا تھا۔ غزنوی کی نظر اچانک ایک غریب و نادار طالب علم پر پڑی جو مدرسہ کے صحن میں طالب علموں کے ایک ہجوم کو ”تکرار“ کرنے میں مشغول تھا اور چراگ کے نہ ہونے کی وجہ سے جب کبھی عبارت پر نظر ڈالنے کی ضرورت محسوس کرتا تو تیزی سے اٹھتا اور ”بقال“ کی دوکان پر جو چراگ روشن تھا اسی کی روشنی میں کتاب کو دیکھ کر واپس آتا۔ غزنوی کا رفتہ انگیز قلب طالب علم کی اس جدوجہد اور علمی راہ میں اس صبر آزمائشقت پر متاثر ہوا۔ اور وہ طلائی شمعدان شمع کے ساتھ طالب علموں کے اسی فلاش و بے نواہجوم کو خشد یا۔ اسی شب میں تاجدار مدینہ ﷺ کی زیارت ہوئی اور آپ نے اس جامع کلام کے ساتھ غزنوی کو مخاطب فرمایا جس کے متعلق مورخ نے لکھا ہے کہ : ”ہر سہ مشکل اور دریں حدیث حل شد“ قیام قیامت کے بارے میں غزنوی کا تامل، خاکسار کی رائے میں بالکل ایسا ہی تھا جیسا کہ خلیل اللہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ”احیاء اموات“ کے سلسلہ میں جس کی اطلاع الکتاب المہن میں ان الفاظ کے ساتھ دی گئی ہے کہ : ”وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمَ رَبِّيْ أَرْنِيْ كِيفَ تَحْىيِ الْمَوْتَىْ . قَالَ أَوْلَمْ تَوْمَنْ؟ قَالَ بَلِّيْ وَلَكِنْ لِيَطْمَئِنَ قَلْبِيْ“ ورنہ مسلمان ہونے کے ساتھ ”بعث و نشر“ کا انکار کیا معنی رکھتا ہے؟۔ (انظر)

فرشتہ نے یہ اطلاع دیتے ہوئے کہ سلطان کا خیمه شاہی جب ”خراسان“ میں پہنچا تو یہاں کیک سلطان دین پناہ کے قلب میں ”غوث العارفین شیخ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ“ سے ملاقات کا رادہ اور خواہش پیدا ہوئی۔ یکن عارفان باللہ سے ایسی سرسری ملاقات اور وہ بھی بے کوشش و بے مشقت غزنوی کی نظر میں خلاف ادب تھی۔

فرشتہ نے لکھا ہے :

”بخارش گزشت کہ من ازخانہ خود بعزم زیارت نیامده ام و امسال برعزم مصالح خراسان آمده ام بطوفیل آن کار دوستان خدارا زیارت کردن شرط ادب نیست“

”معاول میں خیال پیدا ہوا کہ شیخ کی زیارت کے ارادے سے یہ سفر نہیں کیا گیا بلکہ خراسان کے ملنی امور اس سفر کا باعث تھے۔ ایسے اسفرار میں عارفان باللہ سے ملاقات حدواداب سے بعید ہے۔“

خیال کیجئے کہ غزنوی جس کو متعصب مورخ کی غلط نگاری نے خود نوجوان مسلمان (جو جدید تعلیم کو حاصل کر کے کالجوں کے ماحول سے باہر نکل رہے ہیں) کی نظر میں بھی مشکوک و مشتبہ کر دیا ہے۔ اسی غزنوی کا قلب اولیاء اللہ اور اوصیلین باللہ کے ادب و احترام سے کس قدر لبریز اور اس کی جبین نیاز سے نیاز کیشوں کی کھلی علامت ظاہر ہے۔ اس زندگی کے بعد اگر دوسرے عالم میں پہنچ کر موافذہ اور حاصلہ پر یقین رکھنے والے انسان موجود ہیں تو خواجہ بعث و نشر کی عدالت میں سلطان غزنوی کی شکن شجیوں کا کیا جواب دیں گے۔ کہیں ان ظالموں کا حال وہی نہ ہو جس کی تمنا ایک ایسے شاعر نے بھی کی ہے جو معشوق کی طنازیوں اور ستم انگیزیوں میں بتا تھا۔

شاعر نے کہا ہے کہ :

بڑا مزہ ہو کہ محشر میں ہم کریں شکوہ
وہ منتوں سے کیس چپ رہو خدا کیلئے

بیر حال مورخ لکھتا ہے کہ اس الہامی خیال کے پیدا ہونے کے ساتھ غزنوی خراسان سے سیدھا ہندوستان پہنچا اور وہاں سے غزنیں کے مرغزار کی طرف لوٹ گیا۔ غزنی پہنچ کر سلطان کے قلب مبارک میں شیخ خراسان سے ملاقات کی خواہش پھر چلکیاں لینے لگی۔ اپنے ارادہ کی تجھیں کے لئے سلطان ظل اللہ نے خراسان کی راہی اور وہاں پہنچ کر جو کچھ چیز آی۔ اس کے متعلق فرشتہ لکھتا ہے کہ :

”چوں بخرقان رسید کس فرستادہ به شیخ پیغام داد کہ سلطان برائے تواز غزنین بخرقان آمدہ است اگر تو نیز از خانقاہ بقصد دیدن او بیمارگاہ آئی دور نخواهد بود“ (فرشتہ)

”ایک شخص کی وساطت سے شیخ کو پیغام بھجا کہ سلطان آپ سے ملاقات کرنے کے لئے غزنیں سے چل کر آیا ہے۔ اگر آپ بھی خانقاہ سے بارگاہ سلطانی تک آنے کی رحمت اٹھائیں تو کوئی ہرج نہیں“ اور اس کے ساتھ ہی غزنوی نے قاصد کو ہدایت کی کہ اگر شیخ اس درخواست کو قبول نہ کریں اور بارگاہ شاہی تک پہنچ کر ہم سے ملاقات کے لئے آمادہ و تیار نہ ہوں تو تم شیخ کے سامنے فوراً اس آیت کو پڑھنا کہ : ”یا ایہا الذین امنوا اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم“ جس کا مطلب یہی ہے کہ مومنین پر اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کے ساتھ مسلمان حاکم کی اطاعت بھی شرعاً ضروری ہے۔ گویا کہ حق جو عدالت پسند اور معدالت گستر سلطان نے

ایک فقیر بے تو اکو خداۓ لایزاں اور حکم الحاکمین کے حکم سے بھی مطلع کیا جس کی اطاعت پر ثقلین کے ساتھ پوری کائنات مجبور ہے۔ بیر حال قاصد نے شاہی پیغام پہنچایا اور : ”چون شیخ اباکرد این آیت رابخواند“ یعنی غزنوی کی ہدایت کے موجب قاصد نے شیخ خانقاہ نشیں کے انکار پر حکم خداوندی سنائے کہ شیخ کو آنے کے لئے مجبور کیا۔ لیکن قاصد کے جواب میں شیخ نے جس جرات و بے باکی سے جواب دیا۔ وہ تاریخ کے صفحات میں اس حیثیت سے کہ ظاہری حیثیت سے ایک بامیہ فقیر نے ایک سلطان جم جاہ کے مقابلہ میں پوری صاف گولی سے کام لیا۔ ہمیشہ موجود رہے گا۔ شیخ نے قاصد سے کہا :

”معذور دار و به محمود بگوکہ در اطیعوالله چنان مستغرقم که از اطیعوالرسول
خجالت میبرم و با ولی الامر منکم نمی پردازم۔“

”معاف کیجئے اور محمود سے بھی کہہ دینا کہ یہاں تو اطاعت اللہ ہی میں اس قدر استغراق و انہاک ہے کہ اطاعت رسول بھی کماحتہ نہیں پڑتی اطاعت اولی الامر تو درکنار“

قصاصد بے نسل مرام فرود گاہ شاہی میں لوٹا اور جو کچھ پیش آیا تھا اس کی پوری تفصیل بادشاہ کے سامنے رکھ دی۔ محمود غزنوی نے جس کو انگریز مورخ کے قلم نے جاہد و مردم آزار شاہت کرنے میں پوری جولانی دکھائی ہے۔ شیخ کے اس درشت و سخت جواب کو سن کر کیا کہا؟۔ اس کی اطلاع دیتے ہوئے فرشتہ نے لکھا ہے کہ :

”سلطان رقت نمودہ گفت برخیزید کہ ایں نہ آں مرد است کہ ماگماں بردہ ایم۔“
یعنی یہی جاہد و سُنگ دل غزنوی شیخ کے اس جواب کو سن کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ اور خدام شاہی سے بولا کہ انہوں نے اس قسم کا انسان نہیں جیسا کہ ہم تصور کرتے تھے۔ ذرا اس کا تصور کیجئے کہ حکمران وقت کی حدود سلطنت میں بیٹھ کر ایک غریب و بے کس انسان شاہی دعوت کو اس بے نیازی و بے باکی سے ٹھکرایا ہے۔ اس کے باوجود سلطان جائے اس کے کہ شیخ کو اپنی حشمت شاہی و شوکت سلطانی سے مر عوب کرتا۔ ایک خانقاہ نشیں انسان کے جواب کو سن کر رقت قلبی میں کھو جاتا ہے اور اس کی آنکھیں اشکبار نظر آتی ہیں۔ گویا کہ شیخ کی ہلکی تنیسہ اور معمولی سرزنش نے شاہ غزنویں کو سمجھایا کہ :

کوئی یار است ازین جابہ تکبر مگزد
سربند، سجدہ گہ گیرو مسلمان اینجا است

جس ہے کہ ”ارباب متفرقون“ کو چھوڑ کر ”واحد قہار“ کا ربہ اطاعت اپنے گئے میں ڈالنے والے قلندر دنیاوی سلطنتوں کی شوکت و حشمت سے مر عوب نہیں ہو سکتے اور نہ شاہی کرو فران کی نگاہوں کو خیرہ کر سکتا۔

ہے۔ بلکہ تاریخ کے صفحات میں بہت سے شاہان تاج پوش ان بے نواں کے دروازوں پر جبین نیاز رکھتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ کسی شاعر نے خوب کہا ہے کہ :

قلندران کے براہ تو سخت می کو شند

زشہاد باج ستاند وخرقه می پوشند

اس کے بعد سورخ لکھتا ہے کہ ” محمود ” نے شیخ کی کسی زندہ کرامت کو دیکھنے کے لئے ایک تدریج سوچ کر خانقاہ تک پہنچنے کی یہ صورت نکالی کہ اپنا شاہی لباس ” ایاز ” کو پہنایا اور خود لیاز کا لباس پہنا اور اس انتظام و اہتمام کے ساتھ شیخ کے مقام مسکونہ کی طرف چل دیا۔ لکھا ہے کہ محمود جب اس انتظام کے ساتھ خانقاہ میں داخل ہوا اور شیخ کو سلام کیا تو :

” شیخ جواب دادا ما برخواست و درایا ز ننگریست ۔ ” (فرشتہ)

” شیخ نے منون طریقہ پر سلام کا جواب دیا۔ لیکن نہ تعظیماً کھڑے ہوئے۔ اور نہ ایاز کی طرف قطعاً التفات کیا۔ ”

غزنوی نے اپنے امتحان کو مکمل کرنے کے لئے لیاز کی حیثیت اور لباس میں آکر شیخ کی جانب سے جب یہ معاملہ دیکھا تو شیخ سے بولا کہ آپ سلطان وقت کی تعظیم کے لئے کیوں نہیں اٹھتے۔ کیا بادشاہ کی آمد اور شاہانہ کرو فر کے ساتھ تشریف ارزانی کوئی دھوکہ ہے؟۔ فرشتہ لکھتا ہے کہ غزنوی کے اس عتاب پر شیخ نذر ہو کر فوراً بولے کہ ہاں!

” جملہ دام است اما مرغش او نیست ہاں پیش آئی کہ پیشیت داشتہ اند ”

” سب دام فریب ہے۔ لیکن اس جاں کا شکاروہ (ایاز) نہیں بلکہ تم ہو۔ آگے بڑھو کہ تم کو ہی مقدم کیا گیا ہے۔ ”

فرشتہ لکھتا ہے کہ اس عجیب و غریب معاملہ پر جو شیخ کی جانب سے پیش آیا اور ان کی ایک کرامت کا اس طرح سے ظہور ہوا تو غزنوی کا وہ دل و دماغ جو قلندران گوشہ نشین کے ادب و احترام سے لبریز تھا عقیدت سے سرشار ہو کر بارگاہ شیخ میں عرض پیرا ہوا کہ اگر کچھ نصائح جو دین و دنیا میں فلاح و بہبود کا باعث ہوں حضرت فرمائیں تو زہ نصیب۔

فرشتہ نے لکھا ہے کہ غزنوی کی اس عقیدت مندانہ اور نیاز آگیں درخواست پر شیخ نے فصیحت کے طور پر فرمایا کہ :

”چهار چیز اختیار بکن‘ اول پرہیزگاری‘ دوم نماز باجماعت‘ سوم سخاوت‘ چہارم شفقت بر خلق۔“

واقعہ یہ ہے کہ شیخ نے ان نصائح میں بھی اپنی کرامت کا پورا ثبوت پیش کیا ہے۔ زندگی کے گزارنے کا اتنا مکمل دستور العمل اور دین و دنیا کی فلاج و بیرون کی ایسی مطمئن کن ضمانت اور کیا ہو سکتی ہے؟۔ حقیقت یہی ہے کہ اس انسانی زندگی کی تہمت سے متہم ہونے کے بعد ایک انسان کے لئے سب سے اول اور آخر جو چیز ہے وہ تقویٰ ہے۔ جو ایک لفظ سے زیادہ نہیں۔ لیکن اس کا مفہوم اس قدر وسیع کہ انسانی زندگی اگر اسلامی زندگی کے مطابق گزاری جائے تو اس پر مکمل حاوی اور محیط ہے۔ تقویٰ و تورع کے الفاظ بہت سل اور ان کا استعمال آسان ہے۔ لیکن زندگی کو واقعی تقویٰ و تورع کے حدود میں رہ کر گزارنا اسلامی زندگی کا سب سے بڑا اور مشکل ترین نصب العین ہے۔ اس کے بعد ایک مسلمان پر مسلمان ہونے کی حیثیت سے جو فریضہ عائد ہو رہا ہے۔ وہ ”الصلوٰۃ“ ہے کہ ایک مسلمان اور غیر مسلمان میں سب سے بڑی فرق کرنے والی شرعی حدیثی ”اقامت صلوٰۃ“ ہے۔

”من اقامها اقام الدین ومن هدمها هدم الدین“

”جس نے اسے قائم کیا اس نے دین کو قائم کیا جس نے اسے منہدم کر دیا اس نے دین کو منہدم کر دیا۔“
یہ دین کا ستون ہے کہ : ”الصلوٰۃ عماد الدین۔“ یہ سرور کائنات ﷺ کی آنکھوں کی ثہندک ہے کہ : ”جعلت قرة عینی فی الصلوٰۃ“ غرضیکہ ارشادات روحی فدah سے اس کی عظمت و اہمیت آشکارا ہے اور یہ بھی شیخ کی عجیب و زندہ کرامت ہے کہ چار نصائح میں سے دو وہ ہیں جن کا تعلق عام مسلمانوں سے ہے اور ہر مسلمان ان کا پابند ہے اور دو اخیر کی وہ ہیں جن پر امراء و رؤساؤ خصوصاً سلطین ہی عمل کر سکتے ہیں۔ گویا کہ شیخ کی نصائح محمود کی عام و خاص زندگی اور اس کی ہر حیثیت پر حاوی ہیں۔ رحم اللہ تعالیٰ و بردا اللہ مضجعہ فرشتہ لکھتا ہے کہ محمود نے شیخ سے دعاء کی درخواست کی تو شیخ نے فرمایا کہ ہر نماز کے بعد تمہارے ہی لئے نہیں بلکہ تمام مسلمانوں کے لئے دعائے خیر کرتا ہوں۔ غزنوی نے عرض کیا کہ میں آپ کی مخصوص دعاؤں کا محتاج ہوں تو قلندر خرق پوش نے فرمایا کہ :

”عاقبت محمود باد۔“

اس کے بعد جو کچھ پیش آیا اسی کی تفصیل سنانے کے لئے خاکہ نے یہ زحمت مطالعہ دی ہے۔ گویا کہ اس داستان کا یہ حصہ بیت الغزل ہے۔ فرشتہ نے لکھا ہے کہ رخصت ہوتے وقت محمود نے :

”بدره زر پیش نہاد شیخ نان جوین پیشش گزاشت و گفت بخور‘ سلطان محمود

می خائید درگلوئیش می گرفت، شیخ گفت درگلویت می گیرد؟ گفت آری۔ ”(فرشتہ)
یعنی سونے کے سکہ سے بھری ایک ہمیانی شیخ کے سامنے رکھ کر اس نے قبول کرنے کی درخواست کی۔
شیخ نے غزنوی کی اس حرکت پر فوراً ”جو“ کی تیار کی ہوئی ایک روکھی سوکھی تکیہ غزنوی کے سامنے پھینکتے ہوئے کہا کہ
کھائیے۔ غزنوی کھاتا تھا۔ لیکن فقیر بے نواکی روٹی غزنوی پادشاہ کے گلے سے نیچے نہیں اترتی تھی۔ شیخ نے یہ معاملہ
وکیجہ کر غزنوی سے کہا کہ کیا گلے میں پھنستی ہے؟۔ سلطان نے جواب دیا کہ ہاں! اس پر شیخ نے جو کچھ فرمایا اس کی
اطلاع دیتے ہوئے فرشتہ نے لکھا ہے کہ شیخ نے کہا محمود!

”بدرہ زر تو درگلوئی ہمچنین گیردبرگیر کہ ایں را طلاق داداہ ایم۔“ (فرشتہ)
”تیرا یہ عطیہ ہمارے گلے میں بھی یو نہی انکتا ہے۔ جیسا کہ روٹی کا یہ سوکھا ٹکڑا تیرے گلے میں۔ اس کو
انھا لے کہ دنیا کی مال و متعہ کو ہم خیر باد کہہ چکے ہیں۔“

اللہ اکبر! دنیاوی مال و منال کو اس حقارت سے ٹھکرانے والے اس گدائے گوشہ نشیں نے نہ مال و منال کی
کثرت پر نظر رکھی اور نہ اس عطیہ کو قبول کرنے کے لئے ایک بے سروسامان فقیر کو شاہی شوکت و حشمت مر عوب
و مجبور کر سکی۔

واقعہ یہ ہے کہ اس عنقاۓ بلند آشیانہ کو دنیا کی حقیر و ذاتی دولت کے انبار سے کیا سر و کار اور جن کی نظر
واہب العطیات کی لا یزال نعمتوں پر ہو۔ وہ ان عارضی اسباب راحت پر کیوں اعتماد کرنے لگیں۔ بلکہ ان گدایاں بے
بر گ دبار کی آرزو و تمنا یہ ہوتی ہے کہ:

گرگزارد دبر گردون در گوشہ نہایم

نا ابد پم صحبتی باخویش، بس باشد مرا

غزنوی جب شیخ کی خانقاہ سے چلنے لگا تو شیخ تنظیماً سر و قد کھڑے ہو گئے اور مشایعت کے لئے چند قدم
آگے بڑھے۔ غزنوی نے حیران و سر ایسہ ہو کر دریافت کیا کہ آنے کے وقت آپ نے تنظیم و تکریم کچھ بھی نہ کی
تھی۔ اب اس اہتمام کا کیا مقصد ہے؟۔ شیخ ٹو لے کہ:

”اول در رعونت پادشاہی و نخوت امتحان در آمدی و اکنون در انکسار در رویشی

می روی۔“ (فرشتہ ص ۳۷)

”تم جب آئے تھے غرور پادشاہی سے سر بھرا ہوا تھا اور اب جا رہے ہو تو فقیرانہ زندگی کے آثار چڑھے
شاہی سے عیال ہیں۔“

فرشتوں کی یہ طویل روایت جس کو احرف نے آپ کے سامنے پیش کیا ہے۔ اس سے اہل اللہ کے حادیات اور ان کے مضرات و موزات کا احساس کیا جاسکتا ہے۔ عجیب بات ہے کہ چودھویں صدی کے فقراء و رولیش پر زمانہ سابق کے قلندر ان گوشہ نشین قیاس کر کے مطعون و نہ موم کئے جا رہے ہیں۔ یہ آج تک سمجھ میں نہ آسکا کہ چودھویں صدی کے عقل پرست زمانہ میں عقل نے یہ کیسے جائز قرار دیا کہ اس زمانہ کی زندگی کا سر اپنی زندگی سے ملا کر ایک کو دوسرے پر قیاس کیا جائے اور موجودہ مقاصد کو پہلی زندگی میں دکھانے کی سعی جائز کبھی جائے۔ خاکہ د کے خیال میں تو اس روشن زمانہ کی یہ ایسی تاریک جہالت ہے جس کی مثال زمانہ ”جمالت“ کی تاریکیوں میں بھی غالب نہ مل سکے۔ بہر حال شیخ ابوالحسن خراسانی رحمۃ اللہ علیہ کی روح پاک اگر آج یوں ترجمہ ریز ہو کہ :

هزار دام سے نکا ہوں ایک جنبش میں

جسے غرور ہو آئے مجھے شکار کرے

تو یہ زمزمه سنجی بر محل اور واقعی ہو گی۔ اس کے ساتھ غزنوی کی زندگی کا ایک رخ بھی سامنے آیا جس سے معلوم ہوا کہ اس کا باطن خشوع و خضوع سے آرائتہ اور اس کے دل و دماغ اسلامی زندگی کے خود پر سے خالی نہ تھے۔ میرا اپنا تو یہ خیال ہے کہ : ” محمود و ایاز“ کے عشق و محبت کے افسانے اور آقا و غلام کی محبت کی داستان جو فارسی وارد و شاعری کی جان ہے۔ اگر تاریخی اعتبار سے صحیح تسلیم کی جاسکتی ہے تو عشق مجازی کی ایک ایسی شکل ہے جو خود کو محبوب حقیقی کے خیرہ کن جلوہوں میں گم کرنے کی ایک تمنید اور ایک خواب دیکھنے کے بعد اس کے تغیری دور کا پیش نیمہ ہے۔ اردو کے ایک شاعر نے بھی یہی خیال ظاہر کیا ہے :

نہ وہ جتلائے غلام تھا نہ تو غزنوی پہ ہو طعنہ زن

وہ تو حسن تھا کسی اور کا نظر آیا شکل لیاز میں

آسمان کے دروازے

اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کو معلوم ہو جائے کہ آسمان کے دروازے قبولیت دعا کے لئے کب کھلتے ہیں تو اذان کے اوقات کا اہتمام کرو۔ اذان کے بعد دعا و عبادت میں مشغول ہو جائے۔ حدیث میں آتا ہے کہ وہ قبولیت کا وقت ہے۔

عید الفطر اور اجتماعیت کبریٰ

خوش تھست ہے ہر قوم ہے الیے تواریخ میئے جائیں!

حضرت مولانا قادری محمد طیب صاحب تاکی

دنیا کی ہر قوم تواریخ کھتی ہے اور اپنی امکانی حد تک اسے شاندار طریقے نے مناتی ہے۔ پارسیوں میں نوروز اور مرجان کی عیدیں ہیں۔ عیسایوں میں کرسی اور بڑے دن وغیرہ کے نام سے عید ہے۔ ہندوؤں میں ہوئی دیوالی وغیرہ وغیرہ سینکڑوں تواریخ اور آئے دن کے میلے تھیلے ہیں۔

مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے عیدین (عید الفطر اور عید قربان) کے تواریخ فرمائے۔ فرق یہ ہے کہ اقوام عالم میں عید اور تواریخ کے معنی رنگ رلیاں منانے یا اپنی قومیت کے مشکلم کرنے یا کسی مقتداء کی شخصیت کی یاد تازہ کرنے کے ہیں۔ اسلام میں عید اور تواریخ کے معنی اجتماعی طور پر خدا کی یاد کرنے۔ اس کی طرف رجوع کرنے اس کا قرب حاصل کرنے اور اس کے نام پر غریبوں کی مدد کرنے کے ہیں تاکہ اجتماعیت عامہ کا ظہور عادت اور عبادات دونوں میں ہو جائے۔

پس! اگر مذاہب کے ناموں کے سلسلہ میں ہر مذہب کا نام اس کی نوعیت پر روشنی ڈالتا ہے۔ ہندو مت کے لفظ سے وطنیت پر روشنی پڑتی ہے۔ عیسائیت کے لفظ سے ایک ہادی اعظم کی شخصیت سامنے آتی ہے۔ یہودیت کے لفظ سے ایک قومیت کا تصور ہدھتا ہے۔ پارسیت سے ایک ملک کا دھیان دلوں میں جمتا ہے۔ جس کا حاصل حد بندی اور محدودیت ہے۔ تو اسلام کے لفظ سے نہ وطن سامنے آتا ہے نہ ملک نہ قوم نہ شخصیت بلکہ اطاعت حق میں فنا ہیت اور مالک الملک میں محیت کے جذبات کی طرف اشارہ ہوتا ہے جو اس کی طرف صاف اشارہ ہے کہ دنیا کے مذاہب نسل و قوم وطن اور شخصیت پرستی کی حد سے آگے نہیں بڑھ سکے ہیں۔ لیکن اسلام نے اپنے سادہ عنوان ہی سے ان تمام حد بندیوں کو توڑ کر ایک عالمگیر تصور سامنے رکھا اور وہ اطاعت حق ہے۔ لا محدود اور وسیع ہے۔ اس لئے اس کی اطاعت کا دم بھرنے والی قوم بھی اپنے کو مسلم کہہ کر عبادت گزاریں کر اور عبادات غیر سے منقطع ہو کر گویا اعلان کرتی ہے کہ وہ ایسی ذات سے تعلق رکھتی ہے جو وسیع سے وسیع تر ہے اور دنیا کی پوری زمین اور اس کے سارے ربیعے اور قبوں پر بننے والی قومیں اپنی حد بندیوں سے اس کی

لامحمد و دو سعتوں میں خلائق تھیں ہو سکتیں۔

ٹھیک اسی طرح تواروں اور عیدوں کے سلسلہ میں اپنے تواروں سے ہر قوم اگر یہ اعلان کرتی ہے کہ رنگ رلیوں میں منہک ہو کر اپنی نفیات کی پاہند ہے یا کسی بڑی شخصیت کی میلاد مناکروہ صرف اس عظمت کو نمایاں کرنا چاہتی ہے جو اس کے دل میں اس شخصیت کے متعلق موجز ہے۔ گویا وہ اپنی شخصی عقیدت کی پاہند ہے یا کسی وطن اور قوم کا نام اجاگر کر کے اپنے کو اس کا اسیر بناہند کھانا چاہتی ہے تو مسلم قوم عیدوں کے تواروں میں خدا تعالیٰ کی جناب میں دو گانہ او اکر کے اور ذات الہی کے نام پر قربانی دے کر حاجت مندوں پر فطرہ کا صدقہ اور قربانی کا صدقہ بانٹ کر گویا یہ بتانا چاہتی ہے کہ ایک طرف تودہ خدائی نام لیوا ہے اور اس کی عظمتوں کو دنیا کے سامنے پیش کرنا چاہتی ہے اور دوسری طرف دنیا کے مغلوک الحال انسانوں کو اسی خوشی کے موقع پر صدقہ اور خیرات دے کر یہ بتانا چاہتی ہے کہ وہ ایک عوامی عالمی قوم ہے۔ جس کونہ قبلیے تقسیم کر سکتے ہیں نہ ملکوں کی حد ہندیا، بانٹ سکتی ہیں۔ نہ شخصیتوں کی عقیدت مندیاں اسے دوسری شخصیتوں کی عظمت و عقیدت سے روک سکتی ہیں اور یہی وہ اجتماعیت کبھی ہے جسے لے کر اسلام دنیا میں آیا ہے۔ اور جس کا اعلان اس نے اپنے نام اور اپنے کام سے قدم قدم پر کیا ہے۔

بہر حال اسلامی توار نفیاتی یا قومی یا شخصیاتی تصورات کے آئینہ دار نہیں بلکہ اجتماعیت عامہ کے حامل ہیں اور یہ اجتماعیت عامہ جب کہ قوم، وطن، نسل شخصیت کے تصور سے نہیں بن سکتی تھی بلکہ ان سب سے بالاتر اور مافق ذات سے والیگی سے ہیں بن سکتی تھی جس کا نام پاک اللہ رب العزت ہے۔ تو ان تواروں کی روح اسی کا نام اور اسی کی عظمت مطلقہ قرار دی گئی ہے۔

چنانچہ عید کی نماز کیلئے جب مسلمان چلتے ہیں تو رنگ پھینکتے ہوئے یا کسی شخصیت یا قومیت کے نفرے لگاتے اور جے کار کرتے ہوئے نہیں چلتے۔ بلکہ اللہ اکبر اللہ اکبر، لا اله الا الله والله اکبر، اللہ اکبر، ولله الحمد پڑھتے ہوئے چلتے ہیں۔ عید الفطر میں آہستہ اور عید قربان میں باواز بلند توار کے لئے روانگی ہوتی ہے۔ تو کبیر الہی عظمت خداوندی اور توحید حق کے اعلان کے ساتھ ہوتی ہے۔ اس نہ شور ہے نہ شر۔ نہ ہنگامہ آرائی ہے۔ نہ میلوں، تھیلوں کی شان ہے۔ بلکہ قدوسیوں، صبوحیوں اور مقدس ملائکہ کی صفوں کی طرح تسبیح الہی اور تقدیس رب انبی کی کہتے ہوئے روانہ ہوتے ہیں۔ عید گاہ میں پہنچ کر بھی تسبیح و تحملیل جاری رہتی ہے۔ اس کے بعد امام آگے بڑھتا ہے۔ اس کے عکبر تحریمہ کہتے ہی مکبر عکبریوں کی آوازیں بلند کرتے ہیں۔ تلاوت قرآن پاک ہوتی ہے۔ سب مقتدی سکون و خشوع کے ساتھ اسے سننے کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ رکوع و سجود

سے اپنے مالک حقیقی کے سامنے بندگی کا ثبوت دیتے ہیں اور آخر کار سلام پھیر کر تمجیدات کی صدائیں بلند ہونے لگتی ہیں۔

نماز سے فارغ ہوتے ہی امام خطیب کی صورت میں نمودار ہوتا ہے اور منبر پر کھڑے ہو کر وعظ و نصیحت اور احکام خداوندی سناتا ہے جس کو تمام مقتدی صالح عظمت و قبول سے سنتے ہیں۔ اس عبادت سے فارغ ہو کر اپنے اپنے گھروں کو لوٹتے ہیں۔ اسی خوشی کے موقع پر جبکہ ہر طرف چل پہل اور روحانی سرتوں کا دلوں پر ہجوم ہوتا ہے ممکن تھا کہ اس میں کسی نفسانی تفریح یاد نیاد اوری کے جذبات کی آمیزش ہو جائے تو ان تواریخ منانے والوں کے لئے مسنون کیا گیا کہ قبرستانوں میں جا کر اپنے مردہ بھائیوں کی ارواح سے ملاقات کریں ان کو ثواب پہنچائیں۔ ان سے قریب ہوں تاکہ ان کو آخرت کے گھرانے دیکھ کر خود خود اپنی آخرت کی یاد تازہ ہو جائے اور دنیا میں اس خوشی کے موقع پر ادھر سے دھیان نہ ہٹ جائے۔

دوسرے لفظوں میں بتانا یہ ہے کہ مسلمان جس اجتماعیت کبھی کوئے کراٹھتا ہے۔ اس کا دائرہ صرف اس دنیا تک محدود نہیں بلکہ عالم برزخ کے اربوں کھربوں انسان بھی اس کی اجتماعیت کے ممبر ہیں اور ان سے قطع نظر نہیں کر سکتا۔ گویا اس نے ایک ایسی اجتماعیت کی بیداری ایسی ہے جو دنیا سے گزر کر عالم برزخ اور برزخ سے گزر کر عالم حشر تک جا پہنچی ہے۔ جس میں دنیا کے کسی ایک قرن کے انسان ہی نہ ہوں گے۔ بلکہ آدم کی ساری اولاد اور اول و آخر کی ساری شخصیتیں مجتمع ہوں گی۔

پس! جو لوگ مسلمانوں سے سن کر اجتماعیت کا نام لیتے ہیں وہ زیادہ سے زیادہ عالمی اجتماعیت کا دم بھریں گے اور وہ بھی صرف اپنے زمانہ کے ملکوں اور قوموں سے کوئی سیاسی رابطہ قائم کر لیں گے۔ لیکن حقیقتاً جو قوم اجتماعیت کے لئے ہی دنیا پر برپا کی گئی ہے۔ وہ عید کے وظائف کی رو سے گویا اس اجتماعیت کو بھی ایک غیر محدود اجتماعیت ظاہر کرتی ہے اور اس کا رابطہ اجتماعی دنیا سے گزر کر برزخ کے ان تمام پاک بازانوں سے قائم ہوتا ہے جو ایمان کے ساتھ اس عالم سے گزر کر اس عالم میں پہنچ چکے ہیں اور گویا وہ محض دنیا والے بھائی بھائی کا نعرہ لگاتے ہیں۔ بلکہ دنیا و آخرت والے بھائی بھائی کا نعرہ لگاتے ہیں۔ مگر اس مادی اجتماعیت کی حقیقی روح جس سے یہ عالمگیر ہی نہیں۔ عوام گیر اجتماعیت کی جاتی ہے۔ خدا کا نام ہے کہ اس سے زیادہ واسع اور وسیع کوئی نہیں۔ اس لئے عید کے لئے جیسے اس دنیا میں ایمان کی قید ہے۔ ایسے ہی آخرت کے باشندوں کی ملاقات کے لئے بھی وہی ایمان کی شرط ہے اور ایمان کے معنی بجز اس کے دوسرے نہیں کہ اللہ رب العزت کی ذات و صفات، افعال اور امر و نواہی اور اس کے قوانین کو مانا جائے کہ اس کے بغیر یہ وسعت اجتماعیت قائم ہی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ

اس سے زیادہ و سچ رشتہ اور معیار ہی دوسرا نہیں۔ اس لئے عید تھوار تو ہے مگر محسن لفظ تھوار کی وجہ سے اسے دنیا کے عام تھواروں کی نظر سے نہ دیکھا جائے کہ اس کی غیر معمولی و سنتیں ان دوسرے ظرفوں میں کسی طرح نہیں سما سکتیں۔

پس! خوش قسم ہے وہ قوم ہے ایسے تھوار دینے جائیں اور خوش نصیب ہیں وہ افراد جو ان تھواروں میں ان کی شرعی حدود و شرائط کے مطابق شرکت کریں۔ تھوار عید بندگی حق اور خدمت خلق ہے۔ نہ کہ محسن نیا اور فاخرہ لباس عطر و خوشبو لور شیریں چیزیں کھانیں یا نبی ﷺ میں ارشاد فرمایا گیا ہے:

”الْعِيدُ لِمَنْ حَافَ الْوَعِيدُ لِمَنْ لِيْسَ الْجَدِيدُ۔ الْحَدِيثُ“

”یہ عید اس کی ہے جو خدا سے ڈر اور (اس کی طرف جھکا) نہ کہ اس کی جس نے نئے اور عمدہ کپڑے پہن لئے۔“

پس! عید کا حاصل ذکر اللہ، عبادت ربی، خدمت خلق اللہ، روح اجتماعیات دنیا میں رہ کر آخرت کو نہ بھولنا اور زندوں کے ساتھ ہی اموات سے بھی رشتہ جوڑے رکھنا اور ان میں سے ہر چیز کی روح اور معیار ایمان کو قرار دینا نہ کہ ظاہر داری اور دنیا سازی۔ تاکہ خلق اللہ کے ساتھ اللہ سے والیگی اصل اصول ثابت ہوتی رہے۔ ساتھ ہی یہ نکتہ بھی قابل توجہ ہے کہ عبادت میں دو طرح کی ہیں۔ ایک فعلی اور ایک ترکی، نماز، زکوٰۃ، حج وغیرہ فعلی ہیں جس میں کچھ افعال ادا کرنے پڑتے ہیں۔ ترکی عبادت روزہ ہے جس میں ترک اکل، ترک شرب، اور ترک لذات ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ پورے ایک ماہ تک محبت حق میں دنیا کے اس معظم ہے کو ترک کئے رہنا کوئی معمولی مجاہدہ نہیں بلکہ نفس کی ایک عظیم قربانی ہے۔ جسے بغیر مدد خداوندی پورا نہیں کیا جاسکتا۔ ماہ رمضان المبارک میں دن بھر اس مجاہدے سے نفس کو مانجھ کر اس میں صفائی پیدا کی جاتی ہے۔ لیکن کسی ظرف میں محسن صفائی آجائے سے اور میل کچھ دور ہو جانے سے کافی نہیں جب تک کہ اس میں آب نہ آجائے۔ اور وہ چمک نہ اٹھے۔ ایک قلعی گر بھی بر تن کو اول رگڑتا اور مانجھتا ہے این پتھر سے بر تن کو رگڑ کر اپنے پیروں تک سے اسے پامال کرتا ہے۔ تاکہ بر تن کا میل صاف اور زنگ دور ہو جائے۔ لیکن محسن صفائی کے لئے بر تن قلعی گر کے یہاں نہیں بھجا جاتا بلکہ اصل مقصد اس کی آرائشیں اور جگہاہت ہوتی ہے۔ چنانچہ قلعی گر بھی اس صفائی پر قناعت نہیں کرتا بلکہ اس صاف بر تن کو آنج دیتا ہے اور پتا کر جب صاف شدہ بر تن چاندی کی طرح چمک اٹھتا ہے اور قلعی گر کے پاس بر تن کو بھیجنے کا مقصد اب آکر پورا ہوتا ہے۔

ٹھیک اسی طرف ظرف قلب کو صاف کرنے کے لئے رمضان المبارک کے روزے رکھے گئے ہیں۔

تاکہ نفس کی محبوبات اس سے چھڑوا کر اسے رگڑ دیا جائے اور غیر اللہ کی محبت والفت کی ان آلاتوں سے اسے صاف کیا جائے۔

پس! روزے کے یہ ترک نفس کیلئے وہی کام کرتے ہیں جو در تن مانجھنے کے لئے اینٹ پھر اور مٹی کام کرتی ہے۔ دن بھر جب کہ نفس کی رگڑائی ہوئی۔ اس کا دانہ پانی بند کر کے اس کی نفسانی لذات کے دروازے بند کر دیئے گئے اور اس عمل سے اس کی روحانی آلاتوں کا میل کچیل نکال دیا گیا تو شب کو اس پر قلعی کا سامان تراویح اور تلاوت قرآن سے کیا جاتا ہے۔ تاکہ دن بھر کے پتاۓ ہوئے نفس پر کلام خداوندی کی قلعی سے آب اور چمک پیدا کر دی جائے اور اس کی روح نور الہی سے جگہا گئی۔ یہ تمیں کے تمیں دن کی۔ دن بھر کی کمائی رگڑائی اور مجھائی اور پھر شب بھر قلعی ایک ماہ میں انسانی نفس کو اس قابلِ بادیتا ہے کہ وہ سال بھر تک اس چمک دمک سے فائدہ اٹھاتا رہے اور میل کچیل سے مبرارہ کر ان نورانی اثرات کو سال بھر تک استعمال کرے۔ بشرطیکہ اس مجاہدہ کے اثرات کو سال بھر باقی رہنے میں سامنی رہے۔

بہر حال یہ ایک ماہ سال بھر کی نورانیت کی کفالت کرتا ہے اور بندے کے خدا سے قریب تر ہونے کے تمام موافع کو دور کر دیتا ہے۔ تاکہ اس سے قریب ہو کر بندہ و سمع الظرف اور وسعت عامہ کا الہ ہو جائے اور اس کی ذات اسلام کی اجتماعیت کبریٰ کی طویل و عریض زنجیر کی ایک مضبوط کڑی ثابت ہو۔

پورے ایک ماہ کی مشقت و محنت اور اس پر مرتب شدہ اجتماعیاتی صلاحیت جیسی عظیم نعمت ملنے پر جو محض خدا کی مدد اور اس توفیق ہی سے اسے میر ہو سکتی ہے۔ اتنی ہی بڑی شکر گزاری کا فریضہ بندے پر عائد ہوتا تھا۔ چنانچہ حق تعالیٰ نے ادائے شکر کا طریقہ دو گانہ عید کو قرار دیا تاکہ اوہ ر رمضان کا میاب ہو کر ختم ہو اور ادھر اسی دم بلال عید آسمان سے سر نکال کر یہ اعلان کرے کہ :

”بندے! اس عظیم تر کامیابی پر جو تمیں اجتماعیت کبریٰ کی صلاحیتوں کے ملنے کی صورت میں حاصل ہوئی ہے۔ اپنے ماں کا شکر ادا کر دیا۔ بالفاظ و میگر رمضان میں جو صلاحیتیں تمیں عطا کر دی گئی ہیں ان کو عید کے میدان میں فعلیت میں لا کر ان صلاحیتوں کا عملی ثبوت دو اور اجتماعیت عامہ کی صورت میں اور حقیقت اجتماع عیدین، توجہ الی اللہ کے ساتھ نمایاں کر کے دکھلاؤ۔

پس! رمضان البارک صلاحیتیں پیدا کرنے کا مینہ ہے۔ اور ماہ عید ان صلاحیتوں کے عملی آغاز کا مینہ ہے۔ جس کا سلسلہ سال بھر جاری رہتا ہے اس درمیان میں اگر کچھ کمی یا کوتاہی را ہاپا جاتی ہے تو اگر رمضان البارک پھر اگلے سال کے لئے ان کو تاہیوں کو دور کر کے ان صلاحیتوں کی تجدید کر دیتا ہے۔ تاکہ نہ مجاہدے کا

سلسلہ ختم ہو۔ نہ اجتماعیت کی روح مضمحل ہونے پائے اور انسانی عمر اس مبارک سلسلہ میں ختم ہو جائے۔ تاکہ جب وہ اپنے رب سے ملے تو تمہارا پنہ نفس ہی ساتھ نہ لے جائے بلکہ اس کے ساتھ اجتماعی نسبتوں کی ایک عظیم لمحہ ہو۔ لاکھوں دعائیں ہوں جو اس اجتماع میں مل کر کی گئی تھیں۔ ہزاروں ایصال ثواب ہوں جو عید کے موقع پر اموات تک پہنچائے گئے تھے۔ کروڑوں باطنی رحمتیں ہوں جو صرف بندیوں میں ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوتی ہیں اور دنیاء برزخ کے تعلقات کے بے شمار رشتے ہوں جو اس کے لئے جناب باری میں سفارشی اور سائی ہوں تاکہ اس فرد پر جو اجتماعی صلاحیتوں سے ایک امت بن کر اپنے خدا کے پاس پہنچ رہا ہے۔ اللہ کی لاکھوں رحمتیں متوجہ ہوں اور وہ اسی طرح اپنے مقصد تحقیق کو پورا کر کے سرخروئی کے ساتھ اپنے مالک سے جا لے۔

فمن زحزح عن النار ودخل الجنة فقد فاز، وما الحياة الدنيا إلا متاع الغرور!

بقیہ : امام ابو داؤد

چنانچہ حضرت امام ابو حنیفہ کا مشہور قول یہ ہے کہ اپنے بیٹے حماد سے فرمایا تھا لاکھ احادیث سے پانچ احادیث کا انتخاب کیا ہے۔ چار تو یہی ہیں جن کا اپر ذکر ہوا اور پانچویں یہ ہے : "اعلم من سلم المسلم من لسانه ويده الخ ."

معلوم ہوا کہ حضرت امام ابو داؤد نے بھی حضرت امام ابو حنیفہ کے قائم کردہ منہاج زندگی کو اپنایا۔
چنانچہ حضرت امام ابو داؤد کا مشہور قول ہے : "رحم الله ابا حنیفته انه كان اماماً۔" اللہ رحم کرے حضرت ابو حنیفہ پر کہ وہ امام تھے۔ لدن عبد البر نے فرمایا کہ قرین قیاس یہ ہے کہ حضرت امام داؤد نے حضرت امام ابو حنیفہ کے قول کو سامنے رکھ کر چار احادیث کا انتخاب فرمایا۔ غرض دونوں آئندہ کا حدیث کے ذمہ سے انتخاب لا جواب ہے۔ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا نے اپنے افادات میں ابو داؤد کی بائیس شروح و حواشی کا ذکر کیا ہے۔

بقیہ : دعا کے آداب

زیادہ مانگتا ہے۔ جس طرح انسان اس شخص سے ناراض ہو جاتے ہیں جو ان سے ہر وقت مانگا کرتا ہے۔ پس دعائیں لگنے کا ایک عظیم فائدہ یہ بھی ہے کہ دعائیں لگنے والا اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کو حاصل کرتا ہے۔

نهايت ضروري مسئلہ

یاد رکھو! خواہ کوئی وظیفہ ہو۔ کوئی دعا ہو۔ اس کے اول و آخر بلکہ اس کے درمیان میں بھی درود شریف ضرور ضرور پڑھنا چاہئے۔ سب سے افضل درود ہے جو نماز میں پڑھا جاتا ہے۔

حضرت امام احمد بن حنبل

حضرت امام احمد بن حنبل شیعائی مروزی کنیت ابو عبد اللہ خالص عربی الفسل تھے۔ بغداد میں ربیع الاول ۱۶۳ھ میں پیدا ہوئے۔ تین سال میں والد کا انتقال ہو گیا۔ بغداد مولد و مدفن ہے۔ آپ نے چین میں قرآن مجید حفظ کیا۔ حضرت امام ابو یوسفؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر ان سے حدیثیں لکھیں۔ دیگر محمد شین سے بھی استفادہ کیا۔ بغداد سے فارغ ہو کر کوفہ، بصرہ، مکہ، مدینہ، یمن، شام، بجزیرہ کے حضرات محمد شین سے آپ نے استفادہ کیا۔ ۱۸ھ میں حجاز کے پہلے سفر میں حضرت امام شافعیؓ سے ملاقات ہوئی۔ حضرت امام شافعیؓ حدیث کی صحت و سقم میں ان پر بہت اعتماد کرتے تھے۔ حضرت حافظ ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ وہ بہت بڑے فقیہ تھے۔ جبکہ ان پر حدیث کا رنگ غالب تھا۔ امام شافعیؓ بغداد سے جانے لگے تو فرمایا: ”خرجت من بغداد وما خلفت بها اتقى ولا افقه من احمد بن حنبل“ میں بغداد چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ اس حالت میں کہ وہاں حضرت احمد بن حنبل سے بڑھ کر نہ کوئی متنقی ہے نہ کوئی فقیہ۔ حضرت امام احمد بن حنبل نے حضرت امام شافعیؓ سے مؤطا کا سماع بھی حاصل کیا۔

چالیس سال کی عمر میں (تقریباً ۲۰۴ھ) آپ نے حدیث کادرس دینا شروع کیا۔ ابتداء ہی سے ان کے درس میں سامعین اور طالبین کی تعداد بسا وقت پانچ ہزار سے بھی زائد ہوتی تھی۔ ان میں پانچ پانچ سو صرف لکھنے والے ہوتے تھے۔ متولی خلیفہ نے آپ کو اپنے لشکر میں ہفتہ بھر کے لئے رکھا۔ ان کا بیش قیمت کھانا دستر خوان پر ہوتا تھا۔ مگر آپ نے مسلسل ہفتہ بھر روزہ رکھے رکھا۔ بہت ضعف ہو گیا۔ جلدی رخصت نہ مل جاتی تو جان پچائی مشکل ہو گئی تھی۔ حضرت حافظ ابن جوزیؓ نے ان کے شیوخ کی تعداد سے زائد تائی ہے جن میں قاضی ابو یوسف، یہشم بن بشیر بن حازم، وکیع، یحییٰ بن سعید، قطان، سفیان بن عینیہ اور حضرت امام شافعیؓ جیسے حضرات شامل ہیں۔

تلامذہ میں خلق عظیم شامل ہے۔ جن میں حضرت امام عماری، حضرت امام مسلم، حضرت امام ابو داؤد، حضرت ابو زرعہ، حضرت عبد اللہ بن احمد ایسے محدثین شامل ہیں۔ ۲ ربیع الاول ۲۲۱ھ میں متزال کی عمر

میں وصال کیا۔ جنازہ میں لاکھوں لاکھ افراد کی شرکت کا ذکر کیا گیا ہے۔

مامون خلیفہ معزیلیوں کا ہم نوا ہوا۔ تو آپ نے سینہ تان کر اس کی مخالفت کی۔ تین دن تک مناظرہ ہوا۔ مناظرہ میں شکست کے بعد گرفتار کر کے مامون کے ہاں بھجوایا گیا۔ راستہ میں تھے کہ مامون کا انتقال ہوا۔ اس کے بعد معمضہ اس کا جائزین ہوا۔ وہ بھی معزیلی تھا۔ اس نے امام صاحب کو قید خانہ میں ڈال دیا۔ کوڑے لگانے کا حکم کیا۔ ہر دو کوڑا کے بعد جلا و بدل جاتا تھا۔ تاکہ تازہ دم جلا دوسرا کوڑے مارے۔ ۲۸ ہفتہ قید میں رہے۔ اس عرصہ میں ۳۲ کوڑے آپ کو لگائے گئے۔ امام احمد بن حنبل ہر کوڑے پر فرماتے تھے:

”اعطون شیاء من کتاب اللہ او سنۃ رسولہ حتی اقول به۔“

میرے سامنے اللہ کی کتاب یا اس کے رسول کی سنت میں سے کوئی دلیل پیش کرو تاکہ میں اس کے مطابق فتویٰ دوں۔

حضرت امام خارجی فرماتے ہیں کہ میں نے سماں کہ حضرت امام احمد بن حنبل کو ایسے کوڑے لگائے گئے کہ اگر ان میں سے ایک کوڑا بھی مست ہا تھی کو لگایا جاتا تو وہ جنگ مار کر بھاگ جاتا۔ علی بن لا مینی معرف محدث جو حضرت امام خارجی کے مایہ ناز استاذ تھے۔ فرماتے ہیں:

”أَنَّ اللَّهَ أَعْزَّ هَذَا الدِّينَ بِرِجْلِيْنِ لَيْسَ لَهُمَا ثَالِثٌ أَبُو بَكَرٌ نَصْدِيقٌ يَوْمَ الرَّدَدِ وَأَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ يَوْمَ الْمَحْنَةِ۔“ اللہ تعالیٰ نے اس دین پر غلبہ و حفاظت کا کام دو شخصوں سے لیا جن کا تیراہ سر نظر نہیں آتا۔ ارتداد کے موقع پر سیدنا صدیق اکبر اور فتنہ خلق قرآن کے مسئلہ پر حضرت امام احمد بن حنبل سے دین کی حفاظت کا کام لیا۔

مند احمد بن حنبل

دوسری صدی تک علماء حدیث و آثار صحابہ و تابعین کو ایک ساتھ لکھتے تھے۔ تیری صدی کے اوائل میں ہی طریقہ بدل دیا گیا۔ حدیث نبوی ﷺ کو آثار صحابہ سے علیحدہ لکھا گیا پھر مسانید لکھنے کا آغاز ہوا۔ اس دور میں شاید ہی کوئی محدث ہو جس نے مند تحریر کی۔ جیسے احمد بن حنبل اسحاق بن راہویہ عثمان بن ابی شیبہ وغیرہم!

حدیث کی تصنیف کے دو طریقے ہیں یا تو فقہی ایواب پر مرتب کیا گیا جیسے صحاح ست۔ یا مسانید کے طریقہ پر تصنیف کیا گیا۔ مند یعنی ہر صحابی کی تمام روایات کو ایک ساتھ جمع کر دیا جاتا ہے مند میں صحابہ کی

رویات جمع کرتے ہوئے بھی حروف بھی کا اعتبار کیا جاتا ہے۔ بھی قبائل پر ترتیب دی جاتی ہے۔ بھی اسلام میں سبقت کا لحاظ ہوتا ہے۔ حضرت امام احمد بن حنبل نے علم حدیث کی تحریک کے زمانہ سے جمع روایات کا سلسلہ ۱۸۰۰ء سے ہی شروع کر دیا تھا اور آخر روزگی تک اس میں مشغول رہے۔ ان کا قول ہے کہ میں نے سات لاکھ احادیث سے مند میں احادیث کا انتخاب کیا ہے۔ پھر حضرت حافظ ابن کثیرؓ کے بقول دوسرا یہے صحابہؓ کی روایات درج نہیں ہیں جن کی خاری و مسلم میں روایات منقول ہیں۔

امام صاحبؓ اس کی تبویب نہیں کر سکے۔ یہ آپ کے شاگردوں اور آپ کے صاحبزادہ نے کی۔ اس کی ترتیب و تنقیح سے قبل آپ کا وصال ہو گیا۔ کتاب اسی حال میں رہ گئی۔ حضرت شاہ عبدالعزیزؒ فرماتے ہیں کہ مند کی موجودہ ترتیب امام صاحبؓ کے صاحبزادہ عبداللہ کی ہے اس میں خامیاں ہیں۔ مدنی صحابہؓ کو شامیوں میں اور شامیوں کو مدنی صحابہؓ میں شمار کیا گیا ہے۔

بعض حضرات نے مند کی ترتیب قائم کی مگر اللہ تعالیٰ کی شان بے نیازی وہ سب کتب نیا یاب ہیں۔ بعض حضرات نے اس کا اختصار بھی کیا ہے۔ ابو الحسن بن عبدالمادی سند عام ۱۲۳۹ھ نزیل مدینہ منورہ نے اس کی شرح لکھی ہے۔ موجودہ زمانے میں الفتح الربانی میں مند احمد عکی شرح اور ابواب پر ترتیب قائم کی گئی ہے۔ احمد بن عبد الرحمن البناء نے یہ خدمت سرانجام دی ہے۔ مند میں تقریباً سات سو صحابہ کرامؓ کی روایات ہیں۔ اس میں روایات کی تعداد تین ہزار بیانی جاتی ہے۔ آپ کے صاحبزادہ عبداللہ کی زوائد کو شمار کیا جائے تو اس کی تعداد چالیس ہزار بیان کی جاتی ہے۔ اس تعداد میں مکرات کو بھی شامل کیا گیا ہے۔ دیگر مسانید سے مند احمد کو صحیح تر کہا گیا ہے۔ اس میں تین سو ٹلائیات ہیں۔ حافظ شمس الدین جزریؓ کے بقول کوئی حدیث غائب ایسی نہیں جس کی اصل اس مند میں نہ ہو۔ واللہ اعلم!

بعض حضرات نے اس میں ۳۸ موضوع روایات کا ذکر کیا ہے۔ مگر علامہ سیوطی نے التعقبات علی الموضوعات میں اس کا جواب دیا ہے۔ البته امام صاحب کے صاحبزادہ کے زوائد میں ضعیف و موضوع سب شامل ہیں۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ اصل مند میں کوئی موضوع روایت نہیں۔ سوائے تین چار روایتوں کے مگر ممکن ہے کہ امام صاحب نے ان کو کاثر دینے کی وصیت کی ہو مگر وہ سووارہ گئی ہوں۔ بہر حال اصل کتاب سے ان کا تعلق نہیں ہے۔



حضرت امام ابو داؤد

حضرت امام ابو داؤد کا اسم گرامی۔ سلیمان۔ والد کا نام اشاعت اور دادا کا نام اٹھنے تھا۔ امام صاحب کی کنیت ابو داؤد تھی۔ ہرات اور سندھ کے درمیان بلوچستان کے قریب بیتان نامی جگہ کے رہنے والے تھے۔ بیتان کا مغرب بحیران ہے۔ اس لئے ابو داؤد بحیرانی کے نام سے معروف ہوئے۔ یہ قول حضرت شاہ عبدالعزیز کا ہے۔ ان خلاں نے بحیران کو بصرہ کے دیہات میں شمار کیا ہے۔ لیکن اس کے جغرافیہ میں اس کا نام تک نہیں۔ یا قوت حموی نے خراسان کے اطراف میں بحیران کا واقع ہونا بیان کیا ہے۔ زیادہ قرین قیاس یکی ہے۔ ان کے قول اس کا نام سجز ہے۔ اس لئے امام صاحب امام اہل داؤد سجزی بھی کہلاتے ہیں۔

امام صاحب ۲۰۲ھ میں پیدا ہوئے۔ حصول تعلیم کے لئے زندگی کا بڑا حصہ بغداد میں گزارا اور وہیں سفن ابو داؤد کی تالیف کی۔ ۱۷۲ھ میں بغداد کو خیر باد کہا۔ اور زندگی کے آخری چار سال بصرہ میں گزارے۔ ۱۷۵ھ بصرہ میں جمعہ کے دن رحلت فرمائی۔ ان حجّ کے اندازے میں تین سو سے زائد شیوخ سے اکتساب علم کیا۔ حضرت امام خوارجی کے بہت سے شیوخ سے حضرت امام ابو داؤد نے بھی حدیث کا سماع کیا۔ حضرت امام ترمذی اور حضرت امام نسائی "حضرت امام ابو داؤد کے شاگرد ہیں۔ فقہ و علم کلام، حفظ حدیث، زہد و روع اور عبادات و یقین و توکل میں یکتاں روزگار تھے۔ مشور بات ہے کہ ان کے کرتہ کی ایک آستین شک اور دوسرا کشادہ تھی۔ فیشن کے دلدارہ اس بے ذہب سلائی پر متوجہ ہوں گے۔ لیکن جب آپ سے دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ اپنا نوشتہ ایک آستین میں رکھ لیتا ہوں اس لئے اب کشادہ رکھا ہے۔ دوسرے کو کشادہ کرنے کی ضرورت نہ تھی اسے شک رکھ لیا۔

روع و تقویٰ، عفت و طہارت میں بہت اوپنے مقام پر فائز تھے۔ کہا گیا ہے کہ امام موصوف رفتار و گفتار میں اپنے استاد حضرت امام احمد بن حنبل کے بہت مشابہ تھے۔ حافظ موسیٰ بن ہارون آپ ہم عصر تھے۔ فرماتے ہیں کہ حضرت امام ابو داؤد نیا میں حدیث اور آخرت میں جنت کے لئے پیدا کئے گئے تھے۔ میں نے ان

سے افضل کسی کو نہیں دیکھا۔ حضرت امام حاکم ”کی رائے یہ ہے کہ حضرت امام اہل الحدیث فی عصرہ بلا مدافعتہ حضرت امام ابو داؤد اپنے زمانہ میں محمد شین کے امام تھے۔ حضرت امام ابو داؤد حبیل المسک تھے۔ یہ زیادہ صحیح قول ہے۔ متعدد آپ کی تصانیف ہیں۔ سنن ابی داؤد کی تالیف سے فارغ ہوئے تو اپنے استاذ حضرت امام احمد بن حبیل کے سامنے پیش کیا۔ حضرت امام احمد بن حبیل کی وفات ۲۲۱ ہجری ہے تو اس سے یہ بات متعین ہوئی کہ ۲۲۱ ہجری سے قبل سنن ابی داؤد کی تالیف ہو چکی تھی۔ اساتذہ حدیث کا تجزیہ ہے کہ خواری کی ساری کمائی ترجمتہ الابواب میں ہے۔ مسلم کی خصوصیت مختلف اسناید سے صحیح احادیث کو جمع کرنا ہے۔

حضرت امام ابی داؤد نے ائمہ کے متدلات کو موضوع قرار دیا ہے۔ ترمذی کا مقصود بیان مذاہب ہے۔ حضرت امام نسائی ”علل حدیث پر تنبیہ فرماتے ہیں۔ ان ماجہ نے غیر معروف روایات کو بیان کرنا پیش نظر رکھا۔ مفتاح السعادة میں خواری و مسلم کے بعد ابو داؤد کا درجہ شہاد کیا ہے۔ پانچ لاکھ کے ذخیرہ احادیث سے چار ہزار آٹھ سو احادیث کا ابو داؤد میں انتخاب کیا ہے۔ حضرت امام ابو داؤد نے ذخیرہ احادیث میں سے چار ایسی احادیث کا انتخاب کیا جن کے متعلق فرماتے ہیں کہ انسان کو اپنے دین پر عمل کرنے کے لئے یہ چار احادیث کافی ہیں:

(۱) ”أنما الأعمال بالنيات“ تمام اعمال کی قبولیت کا دار و مدار نیت پر ہے۔

(۲) ”من حسن اسلام المرء۔ تركه مala بعینه“ انسان کے اسلام کا حسن یہ ہے کہ وہ لا یعنی باتوں کو چھوڑ دے۔

(۳) ”لا يكُون المؤمن مومنا حتى يرضي لا خيه ما يرضيه لنفسه۔“ مومن اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک اپنے بھائی کے لئے وہی بات پسند نہ کرے جس کو وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

(۴) ”الحلال بين والحرام بين الخ۔“ حلال و حرام واضح ہیں۔ مگر ان کے درمیان مشتبہ و مخلوق کچیزیں بھی ہیں۔ جوان سے پچ گاؤہ اپنے دین اور اپنی عزت کو محفوظ کر سکے گا۔

حدیث اول عبادات کی درستگی کے لئے کافی ہے۔ حدیث ثالث سے حقوق کی معرفت حاصل ہوتی ہے کہ اپنے عزیز و اقارب پڑوسیوں اور متعارفین و متعلقین سے کیسے حسن معاشرت کی جائے۔ حدیث رابع سے ایسے مسائل میں جس میں علماء کو شک و تردید ہے کے لئے ایک واضح راستہ پیش کرتی ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَزْوُلُ عَیْسَیٌ عَلَیْهِ السَّلَامُ

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ معراج کی رات میری موسیٰ علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ قیامت کے وقوع کے بارے میں بات ہوئی۔ دونوں حضرات نے علمی کاظہ کیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے میں نے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ کب قیامت واقع ہوگی اس کا تو مجھے علم نہیں۔ البتہ اللہ تعالیٰ نے میرے ساتھ وعدہ فرمایا ہے کہ دجال کے قتل کے لئے مجھے دوبارہ بھجا جائے گا۔ (متدرک ج ۲ ص ۳۶)

انبیاء علیہم السلام کے خواب

”عن ابن عباسؓ قال رؤيا الانبياء وحيبي“ (متدرک ج ۲ ص ۳۶۸)

فرشتوں کا سایہ کرنا

حضرت سلمانؓ فرماتے ہیں کہ ایک عورت کو فرعون سزا کے طور پر دھوپ میں ڈال دیتا تھا۔ جب وہ چلا جاتا تو اللہ تعالیٰ کے فرشتے اس عورت پر سایہ کر دیتے اور جنت میں (اس عورت کو) اس کا گھر دکھایا جاتا۔ (متدرک ج ۲ ص ۵۳۸)

چار پنج

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا جب میں معراج پر گیا۔ تو ایک خوشبو مسکتی پر گزر ہوا۔ میں نے پوچھا کہ یہ خوشبو کیا ہے تو مجھے بتایا کہ یہ خوشبو یہ ہے کہ ایک عورت اور اس کے پچھے فرعون کے گھر ملازم تھے اور وہ عورت فرعون کی بیٹی کے بالوں میں کنگھی دینے پر مامور تھی۔ ایک بار کنگھی اس کے ہاتھ سے گر گئی۔ اس نے اسم اللہ کہہ کر کنگھی کو اٹھایا۔ فرعون کی لڑکی نے کہا کہ میرا باپ رب ہے۔ اس ملازمہ

نے کہا کہ نہیں اللہ میر اتیر اور تیرے باپ کارب ہے۔ اس لڑکی نے کہا کہ میں باپ سے شکایت کروں گی۔ (کہ تو میرے باپ کے علاوہ کسی اور ذات کو رب مانتی ہے) ملازمہ نے کہا کہ بے شک شکایت کر دے۔ اس نے باپ فرعون سے شکایت کی۔ فرعون نے اس عورت ملازمہ اور اس کے پھوٹوں کو بلالیا اور کہا کہ تیری کوئی آخری آرزو ہے۔ عورت نے کہا کہ (سزا کے بعد) میرے اور پھوٹوں کی بڑیوں کو ایک ساتھ دفن کر دینا۔ چنانچہ فرعون نے اس کے ایک ایک چھوٹے کو آگ میں ڈالنا شروع کیا۔ جب آخری چھوٹے جو دودھ پینے والا تھا رہ گیا۔ اسے آگ میں ڈالنے لگا تو پچھے نے ماں سے کہا کہ اماں تم حق پر ہو صبر کرنا۔ پھر اس پچھے سمیت عورت کو آگ میں ڈال دیا گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ چار چھوٹے پھوٹوں نے کلام کی:

(۱)..... یہ پھر۔ (۲)..... یوسف علیہ السلام کی گواہی دینے والا۔ (۳)..... صاحب
جرتیج۔ (۴)..... اور عیسیٰ بن مریم۔ (متدرک ج ۲ ص ۵۳۹)

نوت: اس عورت کا ذکرہ قرآن مجید میں ہے: ”قالت رب بن لی عندك بيتا فى الجنة ونجنى من فرعون وعمله ونجنى من القوم الظالمين . تحریر ۱۱“

چھ ملعون

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ چھ آدمیوں پر اللہ اور اس کے رسول کی لعنت ہو۔ اور ہر نبی مسٹحاب الد عوات ہوتا ہے :

(۱)..... کتاب اللہ میں زیادتی کرنے والا۔ (۲)..... تقدیرِ الٰہی کا انکار کرنے والا۔ (۳)..... ظلم کے ساتھ مسلط ہونے والا حکمران جن کو اللہ نے عزت دی ان کو ذلیل کرنے والا جن کو اللہ نے ذلت دی ان کو عزت دینے والا۔ (۴)..... حریمین کی عزت پامال کرنے والا۔ (۵)..... میری اولاد کی عزت و حرمت مٹانے والا۔ (۶)..... میری سنت کو ترک کرنے والا۔

خطب الانبياء

سیدنا شعیب علیہ السلام کے متعلق آپؐ کا ارشاد ہے وہ خطیب الانبیاء تھے۔ (مدرسہ ج ۲ ص ۲۲۰)

مسجدہ سیدنا یونس علیہ السلام

حضرت حسن بصریؑ فرماتے ہیں کہ جب حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی نے نگل لیا۔ تو اس کے

پہیٹ میں وہ سمجھے کہ میں مرد ہوں۔ مگر جب پاؤں کو بدلایا تو پاؤں نے حرکت کی۔ آپ فوراً سجدہ میں گر گئے اور بے ساختہ کہا۔ یا اللہ! آپ کے لئے میں نے ایسی جگہ سجدہ گاہ بنائی ہے جہاں آج تک کسی نے سجدہ نہیں کیا۔ (متدرک ج ۲ ص ۶۳۹، ۶۴۰)

حضرت ہارون کا جنازہ

حضرت سیدنا ہارون علیہ السلام کا جنازہ آسمان پر اٹھایا گیا اور موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے واپس آیا۔

(متدرک ج ۲ ص ۶۳۳)

افضل نساء العالمين

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ افضل النساء العالمين (۱)..... حضرت خدیجہ الکبریٰ بنت خولید۔ (۲)..... فاطمہ بنت محمد۔ (۳)..... مریم علیہا السلام بنت عمران۔ (۴)..... آسیہ بنت مزاہم (فرعون کی بیوی) ہیں۔ (متدرک ج ۲ ص ۶۵۰)

ایک لاکھ چودہ ہزار نبی

حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ انبیاء ایک لاکھ چودہ ہزار ہیں ان میں سے تین سو

تیرہ رسول ہیں۔ (متدرک ج ۲ ص ۶۵۳)

"عن العرباض بن ساریۃ السلمی قال سمعت النبی ﷺ يقول انى عندالله في

اول الكتاب لخاتم النبیین وان آدم لمنجدل فی طینتہ" (متدرک ج ۲ ص ۶۵۶)

سب سے بڑا عقلاً مند اور سب سے بڑا حمق

اسلام میں سب سے بڑا عقلاً مند اور ذہنی ہوش وہ شخص ہے جس کے پاس تقویٰ و طہارت کا سرمایہ ہو..... اور سب سے بڑا حمق وہ ہے جو فتن و فجور کے دلدل میں پھنسا ہو..... میرے نزدیک سچائی امانت ہے اور جھوٹ خیانت..... حضرت صدیق اکبرؓ۔ (کنز العمال)

ادارہ

صدقہ فطر کا ایمان

فطر کے معنی روزہ افظار کرنے یا روزہ نہ رکھنے کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر رمضان شریف کے روزے ختم ہونے کی خوشی میں شکریہ کے طور پر صدقہ مقرر فرمایا ہے۔ اسی کو صدقہ فطر کہتے ہیں۔

رمضان کے روزے ختم ہونے کی خوشی میں جو عید منائی جاتی ہے۔ اس کو اسی لئے عید الفطر کہا جاتا ہے۔

صدقہ فطر ہر مسلمان صاحب نصاب پر واجب ہے۔ جو نصاب زکوٰۃ کا ہے وہی اس کا بھی ہے۔ فرق دونوں میں یہ ہے کہ زکوٰۃ واجب ہونے کے لئے تو چاندی یا سونا یا مال تجارت ہونا اور اس پر ایک سال گزرنا شرط ہے اور صدقہ فطر واجب ہونے کے لئے ان باتوں کی ضرورت نہیں۔ بلکہ اس کے واجب ہونے کے لئے اتنا کافی ہے کہ ضروری سامان کے علاوہ کسی کے پاس اتنا مال و اسباب ہو جس پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے تو اس پر صدقہ فطر واجب ہے۔ اس پر سال گزرنا شرط نہیں۔

مثلاً کسی کے پاس استعمالی کپڑوں سے زیادہ کپڑے رہنے ہوئے ہیں۔ یا کسی کا کوئی ذاتی مکان خالی پڑا ہے یا اسی قسم کا کوئی اور سامان اور اسباب ہے جو اس کی حاجت اور ضرورت سے زائد ہے اور ان چیزوں کی قیمت نصاب کے برابر یا زیادہ ہے تو ایسے شخص پر صدقہ فطر واجب ہے۔

صدقہ فطر کے مسائل

مسئلہ نمبر 1 کسی شخص کے پاس ضروری اسباب (یعنی اپنی حاجت) سے زیادہ مال و اسباب ہے اور وہ قرض دار بھی ہے تو یہ اندازہ کر کے دیکھا جائے کہ قرضہ او اکرنے کے بعد کتنا مال پختا ہے۔ اگر اتنی قیمت کا مال جائے چتنے پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے تو اس پر صدقہ فطر واجب ہے اور اتنی مقدار سے کم ہو تو واجب نہیں۔

مسئلہ نمبر 2 اگر کوئی شخص عید کے دن صحیح صادق سے پہلے مر گیا تو اس پر صدقہ فطر واجب نہیں۔ اس کے چھوڑے ہوئے مال میں سے صدقہ فطر نہ دیا جائے۔

مسئلہ نمبر 3 مستحب اور زیادہ ثواب کی بات یہ ہے کہ عید کی نماز پڑھنے جانے سے پہلے صدقہ

فطر ادا کر دیا جائے۔

- مسئلہ نمبر 4 اگر صدقہ فطر کوئی شخص رمضان میں دیدے تو دوبارہ دینے کی ضرورت نہیں۔
- مسئلہ نمبر 5 اگر کوئی شخص عید کے دن صدقہ فطر نہ دے سکا تو بعد میں دیدے۔
- مسئلہ نمبر 6 کسی نے اگر کسی وجہ سے رمضان کے روزے نہیں رکھے تو اس پر بھی صدقہ فطر واجب ہے۔ روزہ رکھنے والے اور نہ رکھنے والے میں کوئی فرق نہیں۔
- مسئلہ نمبر 7 ایک آدمی کا صدقہ فطر ایک محتاج کو یا تھوڑا تھوڑا کئی کوڈے سکتا ہے۔
- مسئلہ نمبر 8 کئی آدمی مل کر ایک محتاج کو بھی صدقہ فطر دے سکتے ہیں۔ لیکن وہ صدقہ فطر اتنا زیادہ نہ ہو کہ مقدار زکوٰۃ کو پہنچ جائے۔
- مسئلہ نمبر 9 صدقہ فطر میں اگر غلہ پڑے کی جائے قیمت دیدے تو زیادہ اچھا ہے۔
- مسئلہ نمبر 10 جن لوگوں کو زکوٰۃ دینی جائز ہے وہی لوگ صدقہ فطر کے بھی مستحق ہیں۔
- مسئلہ نمبر 11 مرد پر صدقہ فطر اپنی اور اپنی چھوٹی اولاد کی طرف سے بھی واجب ہے۔ ایسے ہی جو پچھے عید کے دن صحیح صادق سے پہلے پیدا ہوا اس کا بھی صدقہ فطر دیا جائے۔
- مسئلہ نمبر 12 جن لوگوں کو زکوٰۃ دینی جائز ہے ان کو صدقہ فطر دینا بھی جائز ہے۔ مثلاً بھائی، بھن، بھتیجی، بھانجی، بچا، بچو پھی، خالہ، ناموں، سوتیلاباپ، سوتیلی ماں، ساس، خسر، سالہ، سالی وغیرہ۔ ان سب کو زکوٰۃ اور صدقہ فطر دینا جائز ہے۔
- مسئلہ نمبر 13 ماں، باپ، دادا، داوی، نانا، نانی، پرداوی، بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی، نواسا، نواسی، خاوند، بیوی وغیرہ۔ ان سب کو زکوٰۃ و صدقہ فطر دینا جائز نہیں۔

شوال کے چھ روزے

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا! جس نے رمضان شریف کے روزے رکھے اور اس کے بعد شوال کے چھ روزے رکھے تو وہ اپنے گناہوں سے اس طرح پاک ہو گیا جیسا کہ چھ اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتے وقت گناہوں سے پاک ہوتا ہے۔

اس حدیث سے شوال کے چھ روزوں کی فضیلت اچھی طرح واضح ہو گئی۔ ان روزوں کا رمضان شریف کے روزے سے ایسا تعلق ہے جیسا کہ فرض نماز کے بعد سنتوں کا ہوتا ہے۔

حاجت مشکلہ کی نماز

چاند کی گیارہ اور بارہ دن کی درمیانی رات کو عشاء کی نماز کے بعد بارہ رکعت نفل چھ سلام سے اس طرح پڑھیں کہ ہر رکعت میں بعد فاتحہ قل شریف بارہ بارہ پڑھیں۔ اسی طرح بارہ نفل پڑھ کر ایک سو بار درود شریف پڑھ کر سب کا ثواب مخصوص شفع یوم نشور ﷺ کے پہنچائیں اور حضور ﷺ کے طفیل اپنی حاجت اللہ رب العزت نے مانگیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ حاجت بر آئے گی۔ روزی حلال شرط ہے۔

حضرت شاہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ اگر کسی کو کوئی مشکل پیش آئے تو یہ نماز بہ نیت قضاۓ حاجات اس طرح پڑھیں۔

چار رکعت ایک سلام سے۔ پہلی رکعت میں بعد فاتحہ آیت کریمہ: "لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سَبَّحْتَنِي
كُنْتَ مِنَ الظَّالِمِينَ"۔ "اگلی آیت بھی: "فَاسْتَجِبْنَا لَهُ وَنَجَّيْنَا هُنَّا مِنَ الْغُمَّ وَكَذَالِكَ نَنْجِي
الْمُؤْمِنِينَ"۔ "سو بار پڑھیں۔

لور دوسری رکعت میں بعد فاتحہ: "رَبُّنِي مَسْنُى الصَّرْوَانَتْ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ"۔ "سو بار۔
پھر الحیات میں بیٹھ کر: "عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ"۔ "تک پڑھے۔

پھر تیسرا رکعت میں: "وَافْوَضْ أَمْرِي إِلَى اللَّهِ، إِنَّ اللَّهَ يَصِيرُ بِالْعِبَادِ"۔ "سو بار۔
چوتھی رکعت میں: "حَسِبْنَا اللَّهَ وَنَعَمُ الْوَكِيلُ"۔ "سو بار پڑھیں۔ بعد سلام اسی طرح بیٹھے اور سو بار: "رَبُّنِي مَغْلُوبٌ فَإِنْتَصِرْ"۔ پڑھ کر چند بار درود شریف پڑھے۔ پھر اللہ رب العزت سے اپنی حاجت طلب کرے۔ انشاء اللہ تعالیٰ ثبورے دنوں میں حاجت پوری ہو گی۔

حصول حاجت

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجرؒ کی فرماتے ہیں کہ حصول جمیع حاجات کے لئے اتنا کلمہ لکھ کر اپنے پاس رکھیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ اللہ رب العزت کے فضل و کرم سے جمیع حالیات پوری ہوں گی۔
کلمہ یہ ہے:

"خداوندا اگر منظور داری حاجت را برآری "باوضو پاک تکھیں۔"

مولانا شہاء اللہ امرتسری

قادیانی مشین میں الہام بانی

قادیانی مشین کے پر زے الہام بانی میں کچھ ایسے تیز ہیں کہ دن میں ہزار ہا الہام بن ڈالتے ہیں۔ الہاموں کا شمار تو ناظرین کو غالباً معلوم ہو گا مگر ان کے نئے جانے کی کیفیت شاید معلوم نہ ہو۔ پس آج ہم اس الہام بانی کی کیفیت بتلاتے ہیں کہ یہ الہام قادیانی مشین میں کس طرح تیار ہوتے ہیں۔

ناظرین غور سے سنیں :

اپریل کے مینے میں مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب ہلالی نے کاپیاں صحیح کرنے کے لئے مشی غلام محمد کاتب کو خط لکھا جو قادیان میں مرزا غلام احمد قادیانی کا کام کرتا تھا کہ ہلالہ میں آکر ہمارا کام کر دو۔ اور اگر تمہیں آنے کی فرصت نہ ہو تو میں ہی قادیان میں آجائوں گا۔ مگر الگ کسی مکان میں رہوں گا۔ اس امر کی اطلاع جب مرزا غلام احمد قادیانی کو ہوئی کہ مولوی صاحب قادیان میں آنا چاہتے ہیں تو مرزا غلام احمد قادیانی نے کئی ایک دعویٰ خط مولوی محمد حسین صاحب کو لکھے جن میں سے چند ایک فقرات ہم یہاں نقل کرتے ہیں:

”جناب مولوی صاحب سلمہ بعد دعائے مخلصانہ میں نے رقعہ آپ کا پڑھ لیا۔ مجھے سخت افسوس ہے کہ میں ایک سخت ضرورت کے باعث چند روز تک میاں غلام محمد کاتب کو اجازت نہیں دے سکتا۔ آپ میرے پرانے زمانے کے دوست ہیں اور آپ سے مجھے دلی محبت باوجود اس نہ ہبی اختلاف کے جو قضا و قدر سے درمیان میں آگیا ہے۔ جس کو خداۓ علیم جانتا ہے۔ آپ بلا تکلف دو تین روز کے لئے یہاں آجائیں۔ کوئی امر نہ ہبی درمیان میں نہیں آئے گا۔ اور مجھ سے آپ ہر طرح تواضع پائیں گے۔ اور آپ کا مضمون اس جگہ کے مطبع میں چھپ بھی سکتا ہے..... ۱۹۰۷ء خاکسار غلام احمد قادیانی از قادیان“

اس خط میں کس لجاجت زمی اور چاپلوسی سے مولوی صاحب موصوف کو دعوت دے کر بلا یا ہے۔ خیر اس چال کا حشر تو یہ ہوا کہ اتنے میں خاکسار کو اس خط و کتابت کی خبر ہوئی تو حکم ”گونگے کی بولی گونگے کی ماں جانے“ خاکسار نے مرزا غلام احمد قادیانی کے مطلب کو پالیا کہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی اس میں

مجزہ نہماں کرنا چاہتے ہیں۔ اس لئے مولوی صاحب کو میں نے فوراً لکھا کہ اتنے کام کے لئے آپ قادریان میں نہ جائیں۔ میں اپنا کام چھڑا کر آپ کا یہ کام کر دوں گا۔ مولوی صاحب موصوف نے بھی یہی مناسب سمجھا اور امر تر تشریف لے آئے مگر مرزا غلام احمد قادریانی نے چونکہ مولوی صاحب کو بلانے کے لئے بڑی کوشش کی تھی ان کو رات دن یہی خیال تھا کہ مولوی صاحب آئے کہ آئے۔ اس لئے ان کو ہوں ”بلی کو چھیچڑوں کے خواب“ ۱۶۲ میں کے بدر میں ان لفظوں میں چھپا کہ :

”رویا مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی کو دیکھا کہ وہ ہمارے مکان میں ایک جگہ بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں نے کسی اپنے آدمی کو کہا کہ مولوی صاحب کو خاطرداری سے کھانا کھلانا چاہیے۔ ان کو کوئی تکلیف نہ ہو۔ اس روایا سے معلوم ہوتا ہے۔ واللہ اعلم کہ وہ دن نزدیک ہے کہ خداۓ تعالیٰ مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب کو خود رہنمائی کرے کیونکہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ یہ بھی ایک الامام سے معلوم ہوا کہ خداۓ تعالیٰ آخر وقت میں ان کو سمجھو ذے گا کہ انکار کرنا ان کی غلطی تھی اور یہ کہ میں اپنے دعویٰ مسح موعود میں حق پر ہوں مگر معلوم نہیں کہ آخر وقت کے کیا معنے ہیں۔“ (بدوچ ۲۰ نمبر ۱۹۰۷ء میں ۱۶۲ ص ۲۰۰، مذکورہ ص ۱۸۷، طبع ۳)

اس خواب اور اس خط کو ملانے سے مرزا الہام بانی کی کیفیت یہ معلوم ہوئی کہ جو امر دن کو آپ کی آنکھوں کے سامنے اور دماغ کے اندر مضبوطی سے جگہ پکڑے ہوتا تھا وہی رات کو خواب آتا تھا۔ اسی کا نام الامام ہے اور اسی کو کہتے ہیں : ”بلی کو چھیچڑوں کے خواب“

باتی رہا آپ کا یہ نتیجہ تکاننا کہ مولوی صاحب موصوف آخر کار اپنی غلطی کا اقرار کریں گے اور مجھے مان جائیں گے۔ سو یہ آپ کی پرانی تمنا ہے۔ چنانچہ (اعجاز احمدی ص ۱۵، خزانہ ج ۱۹ ص ۱۶۳ میں بھی) آپ یہ لکھ چکے ہیں کہ :

اَقْلَبْ حَسِينَ يَهُدِيَ مِنْ يَظْنَهُ
عَجِيبٌ وَعِنْدَ اللّٰهِ هَيْنَ وَايْسَرٌ

کیا محمد حسین کا دل ہدایت پر آجائے گا کون گمان کر سکتا ہے۔ عجیب بات ہے اور خدا کے نزدیک سل اور آسان ہے۔

مگر ان شان اللہ یہ صرف آپ کی امنگ ہی امنگ رہے گی جیسا کہ آج تک آسمانی منکوہ کے وصال سے حررت ہے کہ باوجود آسمان پر نکاح ہو چکنے کے آپ کے دل سے حرمت بھری آہ! ہی سننے میں آتی رہی :

جدا ہوں یا رے ہم اور نہوں رقیب جدا
ہے اپنا اپنا مقدر جدا نصیب جدا
اسی طرح آپ اس حسرت کو بھی سینہ میں ساتھ ہی لے جائیں گے اور موصوی صاحب مددوح برادر
آپ کا سر کو نئے رہیں گے۔

مرزا صاحب کے الہامات کی کیفیت

ہم کئی ایک دفعہ اس مشکل کو حل کر کے مرزا غلام احمد قادریانی کے مخالفین کا منہ بند کر لے چکے ہیں جو یہ
کہتے ہیں کہ مرزا غلام احمد قادریانی کو الہام نہیں ہوتے۔ ہم مانتے ہیں کہ ہوتے ہیں مگر کس کیفیت سے۔ اس
کیفیت سے کہ آپ کو جس بات کا خیال لگا رہتا ہے۔ اس کی نسبت جو ایک وابہہ گزرتا ہے وہ الہام ہے۔ یہ اور بات
ہے کہ دوسرے لوگ اس کو خیال خام یا بلی کو چھیچھڑوں کا خواب کہیں۔ مگر لا مناقبہ فی
الاصطلاح! اصطلاح پر اعتراض نہیں۔ مرزا غلام احمد قادریانی کی اصطلاح میں یہی الہام ہے۔ اس کی ایک تازہ
مثال سنئے:

قادیری اخباروں نے ایک نئی بے پر کی اڑائی ہے۔ لکھتے ہیں کہ :

”۱۹۰۷ء کی صبح کو حضرت ام المومنین (زوجہ مرزا غلام احمد قادریانی) نمعہ صاحبزادگان
ودیگر اہل بیت واقارب و خدام و اہل بیت حکیم نور الدین قریباً اخبارہ کس پہ ہمراہی حضرت میر ناصر نواب
صاحب (خسر مرزا قادریانی) پانچ چھروز کے واسطے بغرض تبدیلی ہوا لاہور کی طرف روانہ ہوئے تھے۔ اس قافلہ
کی روائی سے تین چار روز پہلے عاجز راقم (ایڈیٹر اخبار البدر) نے اشیشن ماشر ہنالہ کو ایک خط لکھا تھا کہ اس قافلہ
کے واسطے ایک درمیانہ درجہ کی گاڑی کے چند خانے بک کئے جائیں۔ تاکہ ضرورت ہو تو الگ گاڑی منگوں
جائے۔ وہ خط ایک خاص آدمی کے ہاتھ روانہ کیا گیا تھا۔ اور اس میں تاریخ اور وقت سب لکھا گیا تھا۔

چنانچہ اس کے مطابق ۲۳ جولائی کی صبح کو یہاں سے روائی ہوئی۔ اسی روز بعد نماز عصر حضرت اقدس
صلح موعود (مرزا غلام احمد قادریانی) نے مسجد مبارک میں حضرت حکیم نور الدین کو خاص طور پر مخاطب کیا۔ جبکہ
عاجز راقم بھی پاس ہی کھڑا تھا۔ اور فرمایا کہ آج دو بجے دن کے مجھے خیال آیا کہ ہمارے گھر کے آدمی اب شاید
امر تر پہنچ گئے ہوں گے۔ اور یہ بھی خیال تھا کہ امن و امان سے لاہور پہنچ جائیں۔ تب اس خیال کے ساتھ ہی
پچھے غنودگی ہوئی تو کیا دیکھتا ہوں کہ نخود کی دال (جو رنگ اور ناخوشی پر دلالت کرتی ہے) میرے سامنے پڑی

ہے۔ اور اس میں کشمکش کے دانے تقریباً اسی قدر ہیں۔ اور میں اس میں سے سسٹم کے دانے کھارہا ہوں۔ اور میرے دل میں خیال گزر رہا ہے کہ یہ ان کی حالت کا نمونہ ہے۔ اور دال سے مراد کچھ رنج اور ناخوشی ہے۔ کہ سفر میں ان کو پیش آئی ہے یا آنے والی ہے۔ پھر اسی حالت میں میری طبیعت الہام الہی کی طرف منتقل ہو گئی اور اس بارے میں الہام ہوا خیر لہم خیر لہم! یعنی ان کے لئے بہتر ہے ان کے لئے بہتر ہے۔ بعد اس کے اسی نظارہ خواب میں چند پیسے دیکھے کہ وہ تشویش پر دلالت کرتے ہیں۔ جیسا کہ پچھے کی دال بھی ایک ٹاگوار اور رنج کے امر پر دلالت کرتی ہے۔ فقط!

یہ الہام اور خواب سنائے کر حضرت اقدس (مرزا غلام احمد قادریانی) حسب معمول اندر تشریف لے گئے اور اس کے سنتے میں اس وقت تمام جماعت جو نماز کے لئے آئی ہوئی تھی شامل تھی۔ خلیفہ رشید الدین صاحب شیخ علی محمد صاحب سوداگر جموں وغیرہ بہت سے دوست تھے۔ حضرت اقدس کے اندر جانے کے بعد حضرت مولوی نور الدین نے دوبارہ سہ بارہ اسی مسجد میں پھر یہ سب لوگوں کو اسی وقت سنایا۔ کیونکہ بعض لوگ جو دور تھے انہوں نے حضرت کی آواز اچھی طرح نہ سنی تھی۔

غرض اس الہام اور خواب کی جب اچھی طرح اشاعت ہو گئی تو قریب شام کے اپنا ایک آدمی جو سب قافلہ کو ریل پر سوار کر کے واپس آیا تھا اس کی زبانی معلوم ہوا کہ عین دوپر کی گرمی میں ریل کے اندر مسافروں کی کشاکش سے پچھے کے واسطے جو انتظام بک کا کیا گیا تھا وہ نہ ہو سکا۔ کیونکہ لاہور سے کوئی الگ گاڑی اس مطلب کے واسطے نہ پہنچ سکی تھی۔ اور اس سب سے تشویش ہوئی۔ اس طرح خواب کا حصہ پورا ہوا۔ مگر پھر بھی مموج بخارت الہام کے خیریت رہی۔ اور معمولی گاڑی میں آرام سے بیٹھ کر چلے گئے۔

اس کے بعد حضرت اقدس (مرزا قادریانی) نے فرمایا کہ خواب اور الہام تو ایک طرح پورا ہو گیا ہے مگر ایک خیال مجھے باقی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ وہ چیزیں جو رنج اور ناخوشی پر دلالت کرتی ہیں وہ دوبارہ دکھلائی گئی ہیں۔ یعنی اول پچھے کی دال دکھلائی گئی ہے۔ اور پھر چند پیسے دکھلانے گئے ہیں۔ ایسا ہی الہام بھی دو دفعہ ہوا کہ خیر لہم خیر لہم! اس دل میں ایک یہ خیال ہے کہ خدا نخواست کوئی اور امر سکر وہ پیش نہ آیا ہو۔ جس کے لئے دو دفعہ دو ایسی چیزیں دکھلائی گئیں کہ علم تعبیر کی رو سے رنج اور تشویش پر دلالت کرتی ہیں اور ایسا ہی ان سے محفوظ رکھنے کے لئے دو دفعہ یہ الہام ہوا کہ خیر لہم خیر لہم! یہ میرا خیال ہے خدا تعالیٰ ہر ایک رنج سے محفوظ رکھے۔ (بدرا الجولائی ۷۱۹۰ء اعج ۶ نمبر ۲۸ ص ۳، تذکرہ ص ۲۱، ۲۲، ۲۳، طبع سوم)

اس ساری تقریر کو بغور پڑھنے سے مرزا غلام احمد قادریانی کی وحی کی حقیقت صاف کھل جاتی ہے کہ

آپ ان خیالات کا نام الہام اور وحی تجویز فرماتے ہیں جو عموماً نظر کے موقع پر ہر ایک انسان کو سوچا کرتے ہیں۔ بس اب تو کوئی وجہ نہیں کہ کوئی مولوی عالم مرزا غلام احمد قادریانی کے ایسے الہامات کی تکذیب کرے۔

ہر کہ شک آرد گردد

سچ اور جھوٹے مسیح میں رقابت

آج کل کچھ ایسا دستور ہو رہا ہے کہ جھوٹے دوکان دار جب اپنی دوکان کا اشتمار دیتے ہیں تو خواہ نخواہ بھی دوسرے دوکان داروں کی طرف کوئی نہ کوئی لفظ نوک جھونک کا لکھ دیتے ہیں۔ اور کچھ نہیں تو اتنا ضرور ہی لکھیں گے کہ جھوٹے دغabaزوں سے پھو۔ یہی حال ہمارے پنجابی نبی مرزا غلام احمد قادریانی کا ہے کہ جب سے آپ نے مسیحیت کا دعویٰ کیا ہے خواہ نخواہ آپ حضرت مسیح کی کسی نہ کسی لفظ میں تحفیر شان کرتے ہی رہتے ہیں۔ مرزا غلام احمد قادریانی نے اپنی کتاب ازالہ اوہام میں لکھا ہے:

اینک منم کہ حسب بشارات آدم

عیسیٰ کجا ست تابنحد پابمبرم

(از الہ اوہام ص ۱۵۸، خزانہ نجاح ص ۳)

پھر اس کے بعد مرزا قادریانی لکھتا ہے کہ:

الن مریم کے ذکر کو چھوڑو

اس سے بہتر غلام احمد ہے

(رافع البلاء ص ۲۰، خزانہ نجاح ص ۱۸۰)

گواں قسم کی عبارات تو ہیں مسیح میں صاف ہیں۔ لیکن مرزا غلام احمد قادریانی کے معتقدین پھر بھی ان کی تاویلات ریکھ کرتے رہتے ہیں۔ اس لئے آج ہم ایک ایسی عبارت مرزا غلام احمد قادریانی کی تو ہیں مسیح میں دکھاتے ہیں جس کے دل میں ذرا بھر بھی حضرات انبیاء کرام علیهم السلام خصوصاً حضرت مسیح علیہ السلام کی عظمت عزت ہو گی۔ وہ بھی مرزا غلام احمد قادریانی پر نفرین کرے گا اور جان جائے گا کہ قادریانی متبنتی اشتخاری دوکان داروں کی طرح خواہ نخواہ بزرگ خود حضرت مسیح کو اپنار قیب سمجھتا ہے۔

بہر حال وہ عبارت یہ ہے:

قادیانی اخبار بدر ج ۶ نمبر ۱۹ ص ۵، مورخہ ۷ مئی ۱۹۰۷ء میں مرزا غلام احمد قادریانی کے کلمات

تاطبیات کی ذیل میں لکھتا ہے کہ مرزا قادیانی نے فرمایا:

دوبارہ آمد

”فرمایا ایک دفعہ حضرت مسیح زمین پر آئے تھے تو اس کا نتیجہ یہ ہوا تھا کہ کئی کروڑ مشرک دنیا میں ہو گئے۔ دوبارہ آکر وہ کیا بنائیں گے کہ لوگ ان کے آئے کے خواہش مند ہیں۔“

اس عبارت کا صاف مطلب ہے کہ حضرت مسیح کی تعلیم سے لوگ مشرک ہوئے ہیں۔ حضرت (مرزا غلام احمد قادیانی) نے اتنا بھی نہیں سوچا کہ قرآن مجید تو مسیح کی برات کرتا ہے اور صاف لفظوں میں کہتا ہے کہ اس نے صرف توحید کی تعلیم دی تھی۔ پھر اس کی عظمت اور بزرگی بتلانے کو: ”وجیہا فی الدنیا والآخرہ ومن المقربین“ فرمایا (یعنی دین و دنیا میں عزت والا اور خدا کے مقرب ہندوں میں سے ہے) مگر مرزا غلام احمد قادیانی اپنی رقابت کاذبہ کے زعم میں عیسائیوں کی غلطی کو اس پاک نبی اور برگزیدہ خدا کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

مرزا سے اب بھی کہو گے کہ تمہارا مہدی اور کرشن حضرت مسیح کی توہین نہیں کرتا:

اگر اب بھی نہ وہ سمجھے تو اس بت سے خدا سمجھے

(مرقع قادیانی امر ترجو لائی ۱۹۰۷ء)

نوٹ: حضرت مولانا ثناء اللہ امر ترجیٰ کی پیشگوئی کس طرح پوری ہوتی؟۔ فلحمدللہ!

اسلام کا اصول

کون کہہ سکتا ہے کہ اسلام کا یہ اصول حرف بحر صحیح نہیں۔

مگر آہ! آج کا مسلمان بھی عام دنیا والوں کی روشن پر گامزن ہے اور اس اصول سے کو سوں دور ہوتا جا رہا ہے۔ اسے اس کا دھیان نہیں رہا کہ ہم آخری رسول ﷺ کی امت ہیں اور اس روئے زمین پر حق و صداقت کے مینار کی حیثیت رکھتے ہیں۔

(اسلامی حکومت کے نقش و نگار)

امن کے لئے ایک بہت بڑا فتنہ

ایمان، آزمائش، فتنے، کلمش اور حق و باطل کی آویزش، انسانیت کی ابتدائی تاریخ ہی سے والستہ ہے۔ ابتدائے آفرینش ہی کے موقع پر ابليس کا سجدہ سے انکار، حق تعالیٰ شانہ کا لے اپنی بارگاہ سے ذلت کے ساتھ نکال دینا اور پھر اسے نظر انداز کر کے مہلت دینا اور اس کا رب کریم کی عزت و جلال کی قسم کھا کر پوری انسانیت کو گراہ کرنے کا عزم صیم یہ دراصل حکمت خداوندی کا ایک حصہ ہے۔

قرآن پاک نے اس مکالمہ کو کتنا حسین پیرا یہ بیان عطا کیا ہے۔ فرمایا:

”ولقد خلقنکم ثم صورنکم ثم قلناللملئکة اسجدوا لادم . فسجدوا الا ابلیس
لم يكن من الساجدين قال ما منعك الا تسجد اذا أمرتك قال انا خير منه خلقتني من نار
و خلقته من طين قال فاهبط منها فما يكون لك ان تتکبر فيها فاخراج انك من الصغرين
قال انظرنى الى يوم يبعثون قال انك من المنظرين قال فيما اغويتنى لاقعدن لهم
صراطك المستقيم ثم لا تيئنهم من بين ايديهم ومن خلفهم عن ايمانهم وعن شمائلهم ولا
تجد اكثراهم شكريين . سورة الاعراف ۱۱ تا ۱۷“

اور ہم نے تم کو پیدا کیا۔ پھر ہم نے ہی تمہاری صورت بنائی۔ پھر ہم نے فرشتوں سے فرمایا کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو۔ سوبنے سجدہ کیا۔ بجز ابليس کے۔ وہ سجدہ کرنے والوں میں شامل نہ ہوا۔ حق تعالیٰ نے فرمایا تو جو سجدہ نہیں کرتا۔ تجھ کو اس سے کون امر مانع ہے۔ جب کہ میں تجھ کو حکم دے چکا۔ کہنے لگا! میں اس سے بہتر ہوں۔ آپ نے مجھ کو آگ سے پیدا کیا ہے۔ اور اس کو آپ نے خاک سے پیدا کیا ہے۔ حق تعالیٰ نے فرمایا! تو آسمان سے اتر۔ تجھ کو کوئی حق حاصل نہیں کہ تو تکبر کرے۔ اس میں (آسمان میں رہ کر) سوٹک۔ توبے شک ذلیلوں میں شہاد ہونے لگا۔ وہ کہنے لگا کہ مجھ کو مہلت دیجئے۔ قیامت کے دن تک۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تجھ کو مہلت دی گئی۔ وہ کہنے لگا بسبب اس کے کہ آپ نے مجھ کو گراہ کیا ہے۔ میں قسم کھاتا ہوں کہ میں ان

کیلئے آپ کی سیدھی راہ پر بیٹھوں گا۔ پھر ان پر حملہ کروں گا۔ ان کے آگے سے بھی۔ اور ان کی دائیں جانب سے بھی اور ان کی بائیں جانب سے بھی۔ اور آپ ان میں اکثر ان کو احسان مانے والا نہ پائے گا..... اور پھر یہ موت و حیات کی کلکش بھی حسن عمل اور حسن کردار کے جانچنے کا ذریعہ ہے: ”خلق

الموت والحياة لبلاكم ایکم احسن عملا۔ سورہ الملک نمبر ۲“

بابل و نینوا کے کھنڈرات سے لے کر کلدانیوں کے جور و استبداد تک۔ عراق کی بستی ”ار“ کے نجوم پرستی سے لے کر فرعونیت کی قاہر ان طاقت تک۔ یہ خلیم کی دیوار گریہ اور مقدس صلیب سے لے کر و من امپائر کی شوکت و حشمت تک۔ فاران کی چوٹیوں سے لے کر جرمالٹر کے پہاڑوں تک۔ فلسفہ یونان کے الحاد سے لے کر باطنیت کی شاخوں تک۔ اور عبداللہ بن سaba کے دجل و فریب سے لے کر قادیان کے روہ تک۔ یہی فتنہ ہم رنگ اور شیطنت کی یہی دسیسہ کاریاں نور و ظلمت کے تصادم کا سبب ہنسی ہوئی ہیں۔ بولی ہی شرارت نے مصطفوی چراغ کی لومہ ہم کرنے کے لئے بارہا اپنی طاقت صرف کی..... لیکن حق کی موجود نے یہ کہہ کر:

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خنده زن

ان کا نداق اڑایا.....!

بڑے طفظہ و طمطرائق اور اپنی پوری فتنہ سامانیوں و شعلہ نوازیوں کے ساتھ بہت سے کذاب اٹھے۔ مسلمہ کذاب، طلحہ اسدی، سجاد، ابو طاہر جبائی، عبید الدین میمون، حسن بن صباح، یہاود الدین ایرانی اور اس اخیر دور میں مرزا غلام احمد قادریانی جیسے دجال اور ملعون جنوں نے تحوزی تحوزی دیر کے لئے: ”باسی کڑھی میں لبال کی طرح“ ایک ہنگامہ اور قوم و ملت کی صفوں میں انتشار سا پیدا کر دیا۔ لیکن حق کے پرستاروں اور دین متنیں کے غیور فرزندوں نے ان کی نقاب اتار کر انہیں سرباز ار سوا کر کے قوم کو ان کے فتنوں سے آگئی عطا کی۔ فجزاهم اللہ خیرالجزاء!

در اصل امت کے لئے سب سے عظیم فتنہ دعویٰ نبوت ہے۔ اس کے ذریعہ دین کی شبیہ بگوتی ہے۔ دین ”عقیدہ توحید و رسالت کی بیان پر قائم ہے“ اس کے فساد سے اس اساس پر کاری ضرب پڑتی ہے اور پھر تشكیک والحاد کے خوگراور فلسفہ و عقلیت کے مجدد دین اس راہ میں شکوک و شبہات پیدا کرنے کی خاطر پورا زور صرف کرڈا لette ہیں۔ لا قعدن لهم صراطك المستقیم کے اس عزم مصمم کے ذریعہ شیطنت کے یہ نمائندہ سادہ لوح اذہان و قلوب کو متاثر کئے بغیر نہیں رہتے۔ یہ عقیدہ ختم نبوت پورے نظام اسلام کی بیان اور آن علیلۃ کی ذات گرامی اس نبوت کی آخری کڑی اور قصر نبوت کی آخری ایٹھ ہیں۔ بہت حیرت بھی ہوتی ہے

کہ اتنے صاف و واضح اعلان کے باوجود بھی ("ماکان محمد ابا احمد من رجالکم ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین ، سورہ اعراف ۴۰") کیسے یہ تصور جائزیں ہو جاتا ہے شاید دنیا کی چمک اور ماہیت کالائی انسیں کچھ سوچنے کی فرصت ہی نہ دیتا ہو۔

فتنه قادیانیت، برطانوی سامر اج (جس کے پیچھے پوری یہودی لائی کا ذہن کام کر رہا تھا) کی ایک منصوبہ بندی اور سوچی سمجھی سازش کا ایک حصہ ہے اور اس فتنہ نے ایسے وقت میں امت مسلمہ کو آزمائش و کشمکش سے دوچار کیا جب کہ اس پر چاروں طرف سے یلغاریں تھیں۔ اپنوں نے دین کو خرافات و اساطیر کا ایک ملغوبہ بنا کر رکھ دیا تھا۔ رفض و تشیع اور بدعت نے چور دروازوں سے اس میں شرک کی آمیزش شروع کر رکھی تھی اور مسیحی مشینریوں نے پورے بر صیر میں اپنے دعاۃ و مبلغین کے ذریعہ اور اپنی تجوییوں کے دہانے کھول کر اس فکر و عقیدہ کو بگاڑنے کا علم اٹھا کر کھا تھا۔ اور تن کے گوروں نے غلامی کا جواہان کے کندھوں پر رکھ کر علمائے ربانیت کے معمولی معمولی قد غن لگا کر ان کے قتل کا بازار گرم کر رکھا تھا۔ ان حالات میں اپنی پوری فتنہ سامانیوں اور حکومت وقت کی چھتر چھایا تھے یہ فتنہ نمودار ہوا جس نے دیکھتے ہی دیکھتے پورے بر صیر کو اپنی پیٹ میں لے لیا اسی وقت غیور علمائے ملت نے بروقت اس فتنہ سے ملت کو آگاہ کیا۔ اگر اس وقت علمائے ربانیت یک جث ہو کر اس کا مقابلہ نہ کرتے تو آج ہر گھر میں قادیانی دکھائی دیتا۔

خریداری حضرات متوجہ ہوں!

جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ رسالہ کی اشاعت خالص دینی اور تبلیغی نقطہ سے ہوتی ہے۔ کوئی دنیاوی مفاد پیش نظر نہیں ہے۔ اس لئے تو 64 صفحات پر مشتمل اعلیٰ کاغذ کا رسالہ صرف دس روپے میں فردخت کیا جا رہا ہے۔ چونکہ ہوش ربانی کا نگائی ہے۔ اس لئے جن حضرات کی مدت خریداری ختم ہو گئی ہے وہ برائے مربیانی سالانہ رقم ارسال کر کے ادارہ پر احسان کریں۔ اگر آپ رسالہ جاری رکھنا نہیں چاہتے تو بھی ادارہ کو اطلاع دیں تاکہ رسالہ بند کیا جاسکے۔ شکر یہ!

اشتیاق احمد

پیشہ میں پھر آگئوں پے والوں

ایک سینئر سفارت کار نے یہ واقعہ زاہد ملک نامور صحافی کو سنایا۔ زاہد ملک ڈاکٹر عبدالقدیر صاحب کے دوست ہیں۔ واقعہ سفارت کار کے اپنے الفاظ میں سنیں :

”اپنے ایک امریکی دورے کے دوران شیٹ ڈیپارٹمنٹ میں بعض اعلیٰ امریکی افسران سے باہمی و تجھی کے امور پر بات کر رہا تھا کہ ٹنکنگو کے دوران امریکیوں نے پاکستان کے ایئی پروگرام کا ذکر شروع کر دیا اور دھمکی دی کہ اگر پاکستان نے اس حوالے سے اپنی پیش رفت فوراً بدنه کی تو امریکی انتظامیہ کو پاکستان کی امداد جاری رکھنا مشکل ہو جائے گی۔ ایک سینئر یہودی افسر نے کہا نہ صرف یہ بلکہ پاکستان کو اس کے عین نتائج بھیجنے کے لئے تیار رہنا چاہئے۔ میں نے ان کی گرم سر دباتیں اور دھمکیاں سننے کے بعد میں نے کہا، آپ کا یہ تاثر غلط ہے کہ پاکستان ایئی توانائی کے حصول کے علاوہ اور کسی قسم کے ایئی پروگرام میں دلچسپی رکھتا ہے۔ اس پر سی آئی اے کے ایک افسر نے کہا آپ ہمارے دعوے کو جھٹا نہیں سکتے۔ ہمارے پاس آپ کے ایئی پروگرام کی تمام تفصیلات موجود ہیں۔ بلکہ آپ کے اسلامی نم کا ماذل بھی ہمارے پاس ہے۔ یہ کہہ کر غصے اور بد تیزی کے انداز میں کہا۔ آئیے میرے ساتھ والے کمرہ میں، میں آپ کو تاؤں۔ آپ کا اسلامی نم کیا ہے؟۔ یہ کہہ کر دو اٹھا۔ دوسرے امریکی افسر بھی اٹھ ہیئے۔ میں بھی اٹھا، ہم سب اس کے پیچھے کرے سے نکل آئے۔ میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا دکھانا چاہتا ہے؟۔ آخر ہم ایک ساتھ والے کمرے میں داخل ہوئے اس نے غصے کے عالم میں اپنے سے ہاتھ ایک پردے کو سر کایا۔ ہم نے دیکھا میز پر کوئی ایئی پلانٹ کا ماذل رکھا تھا اور اس کے ساتھ ہی شینڈ پرفیٹ بال نما کوئی گول ہی چیزر کھی تھی۔ ہی آئی اے کے افسر نے کہا یہ ہے آپ کا اسلامی نم۔ اب ہو لیئے کیا کہتے ہیں آپ۔ کیا آپ اب بھی اسلامی نم کی موجودگی سے انکار کریں گے۔ اس پر میں نے کہا میں فتنی اور ٹکنیکی امور کو نہیں جانتا۔ مجھے نہیں معلوم ہے فٹ بال نما چیزر کیا ہے اور یہ کس چیزر کا ماذل ہے۔ لیکن آپ لوگ بھدد ہیں تو میں کچھ نہیں کہوں گا۔ میری بات سن کر سی آئی اے کے افسر نے کہا آپ لوگ تزوید نہیں کر سکتے کہ آپ ایتم نہم بنائے میں مصروف ہیں۔ ہمارے پاس ناقابل تزوید ثبوت موجود ہیں اور اب آج کی مینگ ختم کی جاتی ہے۔ یہ کہتے ہوئے وہ غصے کے عالم میں کمرے سے باہر نکل گیا۔ میر اس رچکر رہا تھا کہ یہ کیا ماجرا ہے؟۔ جب ہم کار یڈورے ہوتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے تو میں نے غیر ارادی طور پر پیچھے مڑ کر دیکھا۔ میں نے دیکھا ڈاکٹر عبدالسلام ایک دوسرے کمرے سے نکل کر اس کمرے میں داخل ہو رہا تھا۔ جس میں اسلامی نم کا ماذل رکھا تھا۔ میں نے دل میں کہا: ”اچھا تو یہ بات ہے“

تبصرہ کے لئے
دو کتابوں کا آنا
ضروری ہے

تبصرہ کتب

ادارہ



نام کتاب : خطبات جالندھریؒ

مصنف : مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

قیمت : 200/- روپے

صفحات : 416

ہاثر : عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان

زیر نظر کتاب عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے باñی ناظم اعلیٰ بعد ازاں امیر مجاہد ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ کی چوبیس تقاریر کا مجموعہ ہے۔ جو ماہنامہ لولاک میں شائع ہوتی رہی ہیں اور کچھ تقاریر ایسی ہیں جو لولاک میں شائع نہ ہو سکیں وہ بھی شامل اشاعت ہیں۔ کتاب میں مولانا محمد علی جالندھریؒ کا پرکشش انداز، دلکش اسلوب، بیان، خطابت کا باعث، نکات کی چاشنی، ضرب الشال محاوروں سے مزین تقاریر پڑھ آدمی اپنے آپ کو سامنے محسوس کرتا ہے اور اس طرح کتاب یوں ہوتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔ یوں تو کتاب کی تمام تقاریر مولانا محمد علی جالندھریؒ کے ذوق خطابت کی دادویتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ لیکن معراج النبی ﷺ پر تقریر یوں کتاب کی جان ہے۔

کتاب پڑھنے کے بعد آدمی اپنے اندر ایمانی حلاوت محسوس کرتا ہے۔ چونکہ اکثر وہی شتر تقاریر ختم نبوت اور قادریانیت سے متعلق ہیں اس لحاظ سے یہ خطبات ختم نبوت کی پانچویں جلد ہے۔ مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی لا تک تبریک ہیں کہ اللہ رب العزت نے انہیں اکابرین ملت کے خطبات جمع کرنے کی سعادت نصیب فرمائی ہے۔

کتاب عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت تمام دفاتر بالخصوص لاہور اور کراچی سے طلب کی جاسکتی ہے۔ لاہور میں واحد شاک مکتبہ ختم نبوت 38 غزنی شریٹ اردو بازار لاہور ہے۔

نام کتاب : ذوق بیان

مصنف : جانب صاحبزادہ طارق محمود

قیمت : درج نہیں

صفحات : 384

ناشر :

مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار لاہور

مکتبہ لولاک مرکزی جامع مسجد محمود ریلوے کالونی فیصل آباد فون: 624700

ذوق بیان محترم جناب صاحبزادہ طارق محمود کی ان متفرق تیس تقاریر کے مجموعے کا نام ہے جو حال ہی میں منظر عام پر آئی ہے۔ اس سے قبل سال ہھر کے جمعۃ المبارک کے خطبات پر مشتمل "صدائے محراب" دینی و علمی حلقوں میں خاصی مقبولیت حاصل کر چکی ہے۔ اس لحاظ سے ذوق بیان پہلی تصنیف صدائے محراب کی دوسری جلد کے مترادف ہے۔ جو موضوعات تشنہ طلب تھے موصوف صاحبزادہ طارق صاحب نے انہیں حالیہ کتاب میں سمیٹ کر خطباء اور مقررین کے لئے محبت و اخلاص کا حسین گندستہ مرتب کیا ہے۔

ذوق بیان میں علم و ادب کے حوالے سے خطبات کو جدت طرازی پر کشش انداز اور دلکش اسلوب میں پیش کیا گیا ہے۔ کتاب میں خطبات کا بائیکن، ادب کا حسن، بیان کا سحر، نکات کی چاشنی، اشعار کا انتخاب، تقاری کو محور کرتا ہے۔ وہ جلد ہی اپنے سامع محسوس کرنے لگتا ہے۔ یہی ذوق بیان کی کامیابی کی علامت ہے۔

عمارت کی طرح کوئی تصنیف رنگ و روغن سے نہیں بلکہ فتنی وجاہت سے حسپاٹی ہے۔ ذوق بیان میں ہر موضوع کی تقریر قرآنی احکامات اسلامی تعلیمات اور دینی معلومات کا بیش بیہا خزانہ ہے۔ کتاب کا دامن اس لحاظ سے اجلا اور پاکیزہ ہے کہ فروعی مسائل اور فرقہ واریت سے اجتناب کیا گیا ہے۔ بلکہ بعض خطبات میں دردمندی کے ساتھ اتحاد امت کا پیغام ملتا ہے۔ خطبیانہ اور بیانات عالمانہ اور بعض خطبات میں محققانہ انداز واقعتاً ذوق بیان کی عکاسی کرتا ہے۔ کتاب میں جاجا قرآنی آیات کو سکین کر کے قابل قدر روایت کو فروع دیا گیا ہے۔ قرآنی آیات کے حسن کتابت و طباعت کو بھی حسین بنا دیا ہے۔ 384 صفحات پر مشتمل کتاب کا رنگین جاذب نظر ہائل جس میں کھجوروں کے درخت کے ساتھ ہلال آسمانی کا خوشنما منظر اسلامی تشخیص کو نمایا کرتا ہے۔ جو مصنف کے اعلیٰ ذوق طبع کا عکاس ہے۔ مصنف نے سر آغاز:

کچھ نہ کچھ لکھتے رہو تم وقت کے صفحات پر
نسل نو سے اک یہی تو رابطہ رہ جائیں گے

شعر لکھ کر نبی نسل عملی رابطہ کا ثبوت دیا ہے۔ نسل نو کو واقعتاً دینی اسلامی تعلیمات سے روشناس کروانے کے عمل کو برقرار رکھنے کی ضرورت ہے۔ ذوق بیان کو مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار لاہور نے شائع کیا ہے۔ کتاب مکتبہ لولاک مرکزی جامع مسجد محمود ریلوے کالونی فیصل آباد سے بھی حاصل کی جاسکتی ہے۔

ردو قادیانیت پر علماء کرام کی سہ ماہی تربیتی کلاس

- ﴿ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی دفتر ملتان میں گاہے بگاہے ردو قادیانیت پر تیاری کے لئے فارغ التحصیل علماء کرام کی سہ ماہی کلاس کا اہتمام کیا جاتا ہے۔
- ﴿ 10 شوال 1423ھ سے سہ ماہی کلاس جاری کی جائی ہے۔
- ﴿ جو حضرات اس میں شریک ہونا چاہیں وہ درخواستیں مجوہ ہوں۔
- ﴿ کلاس میں شرکت کے خواہش مند حضرات کا وفاق الدارس پاکستان یا کسی مستند و مینی اوارہ کا جید جدائیں سندیافتہ ہونا ضروری ہے۔
- ﴿ ان حضرات کو قیام و خواراک کے علاوہ آٹھ سور و پے ماہنہ و نظیفہ بھی دیا جائے گا۔
- ﴿ ذوق مناظرہ اور شوق تبلیغ رکھنے والے حضرات جو امتحان میں باصلاحیت معلوم ہوں انہیں حسب ضرورت مجلس کے شعبہ تبلیغ میں خدمات کا موقع دیا جاسکتا ہے۔
- ﴿ جملہ خواہش مندر فقائے سادہ کاغذ پر محمد کامل پڑتے کے درخواست مجوہ ہوں اور سندات ہمراہ لف کریں۔
- ﴿ تعلیم 10 شوال کو شروع ہو جائے گی۔

درخواست و رابطہ کیلئے:

مرکزی ناظم اعلیٰ

(مولانا) عزیز الرحمن جالندھری

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان فون: 514122

حضرت مولانا شناع اللہ امر ترمی

علمائے اہل حدیث و دیگر اہل علم سے درخواست

الف عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے "احتساب قادیانیت" کے نام سے گزشتہ صدی کے مرحوم اکابر علمائے اسلام کی رد قادیانیت پر کتب کو شائع کرنا شروع کیا ہے۔ اس وقت تک سات جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔ آٹھویں اور نویں جلد میں فاتح قادیان حضرت مولانا شناع اللہ امر ترمی کے رد قادیانیت پر جملہ رسائل کو سمجھا کرنا مقصود ہے۔ نصف سے زائد رسائل پر جدید حوالہ اور تجزیٰ تج کا کام مکمل ہو کر کپوزنگ ہو رہی ہے۔ ب ہمیں اس وقت پریشانی اور مشکل یہ لاحق ہے کہ مولانا مرحوم کے یہ سات رسائل میر نہیں آرہے۔

(۱) ہفتوات مرزا (۲) صحیفہ محبوبیہ (۳) زار قادیانی (۴) قادیانی مبادثہ دکن (۵) تفسیر نویسی کا چیلنج اور فرار (۶) تحفہ احمدیہ (۷) مکالہ احمدیہ آپ میں سے جن حضرات کے پاس یہ رسائل موجود ہوں اطلاع دیں ہم آدمی پیش کر فوٹو کاپی کرائیں گے یا اگر ممکن ہو تو عمدہ فوٹو کر اکر ارسال فرمائیں۔

نام خرچہ ہمارے ذمہ ہو گا۔ انتہائی ضروری دینی فریضہ سمجھ کر تعانو اعلیٰ البر کے تحت تعاوون فرمائیں۔ ہم پر بہت احسان ہو گا۔ واجرکم علی اللہ تعالیٰ!

جواب و رابطہ کیا ہے :

(مولانا) عزیز الرحمن جالندھری مرکزی ناظم اعلیٰ

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان فون: 514122

عالی مجلس تحفظ ختم نبوت سے تعاون کی اپیل!

- * عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت دنیا بھر میں قادریانیت کا تعاقب کر رہی ہے۔
 - * عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت قادریانیوں کو دعوت اسلام کا پیغام پہنچا رہی ہے۔
 - * عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت عدالتوں میں قادریانی، مسلم مقدمات کی پیروی کر رہی ہے۔
 - * عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی دارالبلوغین کے ذریعہ سینکڑوں علماء کو ہر سال قادریانی بھائی، گوہر شاہی اور یوسف لذاب جیسے گمراہ فرقوں کے مناظرہ کی تربیت دے رہی ہے۔
 - * عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے مرکزی و فرنیں تالیف و تصنیف کا شعبہ اور عالمی لا بصری کا اہتمام کیا ہے۔
 - * عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت مدارس عربی، مبلغین، تبلیغی و فاتحہ المزیّر، ہفت روزہ ختم نبوت، ماہنامہ لواک کے ذریعہ تبلیغ و اشاعت و حفاظت دین کا فریضہ سرانجام دے رہی ہے۔
- آپ سے اپیل کی جاتی ہے کہ :** زکوٰۃ، صدقات، عطیات سے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی بھرپور معاونت فرمائیں۔

نیٹ: گلزاری و صدقات کی رہنمائی تو اقامت مدارس و حج پور صرف کرنی
چاہیے اور تمہاری حجت میں صدقات افرادیں ملائکتیں گئے گرہیں میں شامل
کریں اور مدارس میں کے پورا مصالح کریں۔

مرکزی ناظم اعلیٰ:
حضرت مولانا عزیز الرحمن
جالندھری صاحب مدظلہ

نائب امیر مرکزیہ:
حضرت مولانا سید نفیس شاہ الحسینی
صاحب مدظلہ

امیر لریہ:
حضرت مولانا خواجہ خان محمد
صاحب دامت برکاتہم

عالی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری بائیں روڈ ملتان (لٹ) 514122